تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

لکھنؤ

قوموں کے عروج وزوال کا دارومدار

علماء سلف کی روشن دماغی، زمانہ شناسی اور وقت کے تقاضوں سے کامل واقفیت کی اس سے بہتر دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ یونانی منطق اور یونانی علم الاصنام (میتھالوجی) کو جسے ہمارے قدیم مدرسوں میں فلسفہ کہا جاتا ہے دینی درس گاہوں کے نصاب تعلیم میں داخل کیا، بلاشبہ اس زمانہ میں اسلام کی خدمت کا تقاضہ تھا۔ اب عقائد اسلام پر نہ وہ اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں، نہ ان کے ان جوابات کی ضرورت باقی رہی، نہ آج وہ فرقے باقی ہیں، نہ ان کا وہ زور شور ہے، نہ ان کے عقائد کی اشاعت کا اب خطرہ باقی ہے۔ اب جدید علم کلام کی تربیت کی ضرورت ہے، اب سیاسیات واقتصادیات کی راہ سے اسلام پر جو اعتراض کیا جارہا ہے اس کو رد کرنے کی ضرورت ہے۔ تبلیغ دین، قوم وملت کی بے لوث خدمت کا جذبہ پیدا کیا جائے، کیوں کہ قوموں کے عروج وزوال کا دارومدار نوجوانوں کے کردار، پختہ اخلاق اور جوش وولولہ اور جذبہ عملی میں مضمر ہے۔ یہی نوجوان آئندہ چل کر معمار مملکت اور سفینۂ قوم کے ناخدا بننے والے ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ

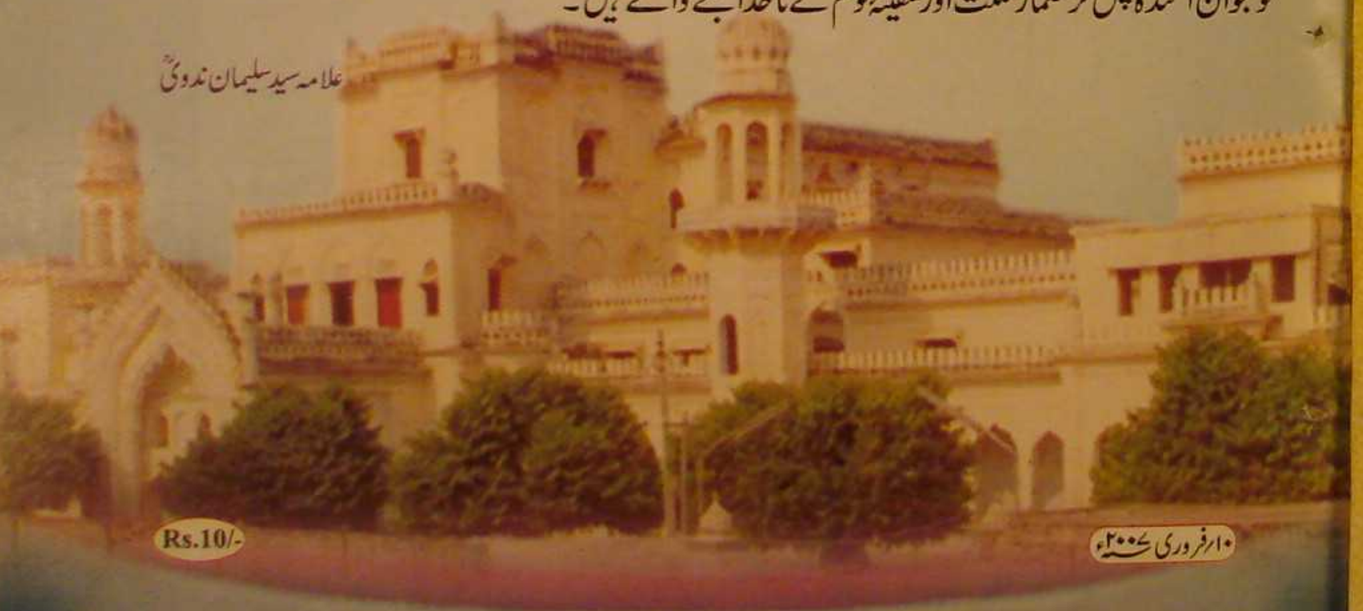

Rs.10/-

۱۰ر فروری ۲۰۰۷ء

Postal Regd. No.LW/NP/63/2006to2008
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Ph. Off: 0522-2740406
Fax: 0522-2741231
E-mel: nadwa@sancharnet.in

Vol. No.44 Issue No. 06

25 January. 2007

Mobile: 09415786548

Mohd. Akram Jewellers

Near Odeon Cinema, Lucknow

Phone: Shop. 0522-2274606
(R) 0522-2616731

محمد اکرم جویلرس

Ph:2266786
Mob:9415015169

شناء جویلرس

SANA JEWELLERS

Riyaz Ahmad
Ghyas Ahmad

۳۰۱/۱۲ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳

301/12, Sarai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

لکھنؤ کے قدیم مشہور ومعروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

——— : کی ایک قابل اعتماد دوکان :———

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel.: 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell.91-9415764932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Ph:2260433

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنہ پیلیس

میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

Whenever you see Jewellery
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد معروف خاں، محمد فاروق خاں (چاند)

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415002532
2613736
3958875

سونے چاندی کی ڈیزائن ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گوڈبھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر: خلیل سلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

Editer: *Shamsul Haq Nadwi* Office. Ph: 2740406 Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph:0522-2614685

DESIGNED BY HAMID, DALIGANJ LUCKNOW. Mobile: 9415769282

نصاب تعلیم کا ایک جامع تعارف

نصاب تعلیم کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر رواروی کے ساتھ کوئی رائے قائم کرلی جائے، یا کسی عجلت اور جذباتیت کے ساتھ فیصلہ صادر کردیا جائے، یہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے، نہ اس کو معصوم قرار دینا صحیح ہے، نہ اس کو کاملاً ناقص اور قابل ترک ثابت کرنا آسان ہے۔ حقیقت میں نصابِ تعلیم کسی قوم کے فکری ارتقاء، اس کے علمی تجربوں، اس کے طریق فکر اور اس کی ذہنی صلاحیت کی ہانڈی کا سرجوش ہوا کرتا ہے، نصابِ تعلیم کسی قوم کے مطالعہ، اس کی فکری سطح اور اس کی ذہنی صلاحیت کا نقطۂ عروج Climax ہوتا ہے، اس لئے کسی نصابِ تعلیم پر اس قوم کے علمی تجربوں، اس ملت کی علمی نمائندگی کرنے والے گروہ کی نفسیات، اور اس ملک کے ماحول سے الگ کرکے غور نہیں کیا جاسکتا، نصاب تعلیم اس ماحول کا ایک علمی اظہار ہوتا ہے، نصابِ تعلیم کا بھی ایک ضمیر ہوتا ہے، اور اس کی ایک روح ہوتی ہے، جو اس کے پورے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے، نصاب تعلیم، کچھ بے جوڑ چیزوں کے جمع کردینے، اور پڑھائی جانے والی چند کتابوں کے بے جان مجموعہ کا نام نہیں، نصاب تعلیم کسی ملت یا کسی علمی گروہ کی اپنی ضروریات کے احساس، اپنے زمانہ کے تقاضوں کے سمجھنے، اور پچھلے تجربوں سے فائدہ اٹھانے کا ماحصل ہوتا ہے۔ اس لئے بڑی زیادتی ہوگی کہ کتابوں کی فہرست سامنے رکھ کر ہم رائے قائم کرتے چلے جائیں کہ یہ کتاب اچھی ہے، یہ کتاب اچھی نہیں، یہ کتاب کامیاب، یہ کتاب ناکام، اس فن کا یہ حصہ زیادہ ہے، یہ حصہ کم، یہ نصابِ تعلیم کے ساتھ ہی نہیں، علمی حقائق کے ساتھ بھی ناانصافی ہوگی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۴ شمارہ نمبر

۱۰ر فروری ۲۰۰۷ء مطابق ۲۱ر محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی

(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام: مولانا شمس الحق ندوی

مدیر مسئول: مولانا نذر الحفیظ ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

● مولانا عبداللہ حسنی ندوی ● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

● امین الدین شجاع الدین

سالانہ زرتعاون ۲۰۰/ ——— فی شمارہ ۱۰/

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے ۴۰/ ڈالر

ڈرافٹ میٹر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7

E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے خریداری نمبر کے پیچھے اگر گلابی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا جلد ہی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے خط کے کور پر نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجکس صحافت ونشریات نیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

Computer Tameer Hayat (Hashmat Ali)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس شمارے میں

شعروا دب

دل پر گزر گئی جو قیامت نہ پوچھئے — اقبال عظیمؒ — ۲

اداریہ

ہمارا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم وتربیت — نذر الحفیظ ندوی — ۳

تعلیم وتربیت

اولاد کی صحیح دینی تعلیم — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ — ۵

نصاب تعلیم

جامع دینی تعلیم کا ایک تجربہ — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۸

چشم کشا

قرآن کریم کے ساتھ ہمارا رویہ — پروفیسر ڈاکٹر عطیہ خلیل عرب — ۱۰

عراق اور استعمار

استعماری طاقتوں کے گھناؤنے عزائم — انیس احمد ندوی — ۱۳

عالم اسلام

افغانستان میں امریکی حکمت عملی کی ناکامی — مرزا محمد الیاس — ۱۵

تہذیب مغرب

انکوی زیشن (The inquisition) — سلمان نسیم ندوی — ۱۸

روداد

۱۹واں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ — محمود حسن حسنی ندوی — ۲۲

رپورٹ

جامعہ سید احمد شہید میں تعلیمی سیمینار — محمد اعظم جمشید پوری — ۲۵

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب — مفتی محمد طارق ندوی — ۲۶

تعارف وتبصرہ

رسید کتب — م.ح.ح. — ۲۷

سیر وسیاحت

ایران کا سفر۔ عجم کے لالہ زاروں میں — پروفیسر محسن عثمانی ندوی — ۲۸

خبر ونظر

عالمی خبریں — سید جمشید احمد ندوی — ۳۰

شعروادب

''دل پر گزر گئی جو قیامت نہ پوچھئے''

از.....اقبال عظیمؒ

کیسے ہوئے مدینے سے رخصت نہ پوچھئے
دل پر گزر گئی جو قیامت نہ پوچھئے

مڑ مڑ کے پیچھے دیکھنا ہر ہر قدم کے بعد
اُس اضطراب و کرب کی حالت نہ پوچھئے

میں جو سمیٹ لایا ہوں روضے کے پاس سے
اس ایک چٹکی خاک کی قیمت نہ پوچھئے

شہرِ نبی کی گلیوں میں دیتے ہیں جو صدا
اُن سائلوں کی عزّت وحرمت نہ پوچھئے

جس جس گلی سے گزرے ہیں ہوکر کبھی حضور
اُن میں بسی ہوئی ہے جو نکہت نہ پوچھئے

نعتِ نبی کی فکر میں شام وسحر درود
ہم سے ہماری طرزِ عبادت نہ پوچھئے

ہر صنفِ شعر اپنی جگہ خوب ہے مگر
نعتِ رسولِ پاک کی لذت نہ پوچھئے

جس کا عمل بھی ٹھیک ہو اقبالؔ ساتھ ساتھ
اس نعت گو کا حُسنِ عقیدت نہ پوچھئے

☆☆☆☆☆

اداریہ

ہمارا نصاب تعلیم اور نظام تعلیم وتربیت

غور وفکر کے چند پہلو

از.....نذر الحفیظ ندوی

کسی ماہر تعلیم سے قوم کے مستقبل کے بارے میں استفسار کیا گیا تو اس نے برملا کہا کہ اس کا نصاب تعلیم ہمارے سامنے رکھ دو ہم اس قوم کے مستقبل کی نشاندہی کردیں گے، اسی طرح یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے سابق چیئرمین مسٹر کوٹھاری نے ہندوستانی نظام تعلیم وتربیت کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ قوم کے مستقبل کا فیصلہ اسکولوں اور کالجوں کے درجات میں ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا اقوال کا تجزیہ کرنے سے یہ بات دو دو چار کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قوموں کی تعمیر میں نصاب تعلیم اور استاذ وطالب علم کو دو بنیادی پتھر کی حیثیت حاصل ہے، اچھے سے اچھا نصاب تعلیم ہو لیکن استاذ اور طالب علم اپنے بنیادی فرائض انجام نہ دیں تو یہ نصاب بیکار ہے، اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ نصاب تعلیم وہی اچھا اور کامیاب کہلاتا ہے جو انسانی معاشرہ کی بنیادی ضرورتوں اور تقاضوں کی تکمیل کرے اور وہ ایسے افراد تیار کرے جو اپنی صلاحیتوں سے مشکلات اور مسائل کو حل کریں، تیسری حقیقت یہ ہے کہ تغیر پذیر معاشرہ میں نصاب تعلیم بھی عہد بعہد بدلتا رہا ہے، جدید نصاب تعلیم کے تجزیہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قومی مقاصد کو بہتر سے بہتر طریقہ سے حاصل کرنے کے لیے اپنے نصاب اور نظام تعلیم وتربیت کا جائزہ لیتے رہنا اور خوب سے خوب تر کی جستجو ایک بیدار مغز قوم کی خصوصیت ہے، چنانچہ جب اشتراکی روس نے چاند پر کمند ڈالنے اور ستاروں کی گزرگاہوں کی جستجو کے میدان میں قدم رکھا تو امریکہ کے سیاستدانوں سے لے کر ماہرین تعلیم تک نے یہ بات شدت سے محسوس کی کہ نصاب اور نظام تعلیم میں فوری اور بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے، پھر انتہائی برق رفتاری سے ایسی تبدیلی عمل میں لائی گئی کہ چند سال کے اندر امریکہ نے اس میدان میں تفوق اور برتری حاصل کرلی۔

ادھر بیس پچیس سالوں سے مغربی ملکوں کی طرف سے اسلامی ملکوں سے مطالبہ کیا جارہا ہے کہ وہ اپنے دینی نصاب تعلیم اور نظام تربیت میں بڑے پیمانہ پر بنیادی تبدیلیاں کریں، دینی واخلاقی قدروں بلکہ اسلامی تاریخ، عقائد، تہذیب ومعاشرت سے متعلق تمام مضامین کو حذف کردیں، مصر میں ۱۹۸۵ء سے یہ کام امریکی، اسرائیلی اور مصری ماہرین تعلیم کی نگرانی میں کیا جارہا تھا، اس کی تکمیل کے بعد دوسرے اسلامی ملکوں نے بھی امریکی دھن اور دھونس کے سامنے سپر ڈالدی ہے۔ یہی مطالبہ ہندوستانی مسلمانوں سے برسوں سے کیا جارہا ہے، جب تک یہاں آزادی اور جمہوری حقوق مسلمانوں کو حاصل رہیں گے وہ اپنے دین وتہذیب اور ثقافت کو اسلامی قلعوں کے ذریعہ محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ البتہ مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی طرف سے اور اب حکومت کی طرف سے بھی جدید علوم کو داخل کرنے کا مطالبہ زور پکڑتا جارہا ہے، مدرسہ بورڈ کے قیام کا خاکہ بھی پیش کیا جارہا ہے، اس کی افادیت کا پروپیگنڈہ بڑے زور وشور سے کیا جارہا ہے اور کہا جارہا ہے کہ اس بورڈ کے قیام سے

ہندوستانی مسلمانوں کے تمام مسائل ومشکلات حل ہوجائیں گے، اللہ دین کے اس چراغ کو رگڑتے ہی مسلمانوں کی خوش حالی کے بڑے بڑے محل چشم زدن میں تعمیر ہوجائیں گے، کیا واقعی مسلمانوں کی ساری توقعات پوری ہوجائیں گی؟

حقیقت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ کیا ہمارا نصاب اور نظام تعلیم وتربیت وہ مطلوبہ افراد تیار کررہا ہے جن کی اس وقت کے حالات میں مسلم معاشرہ کو ضرورت ہے؟ دوسرا بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا ہم تمام جدید علوم کو من وعن اپنے نصاب تعلیم کا جز بنادیں۔ ظاہر ہے یہ ناممکن سی بات ہے، اس طرح دینی مدارس کا وجود ہی ختم ہوکر رہ جائیگا، بالفرض اگر ہم جدید علوم کو اپنے یہاں داخل بھی کرلیں تو ان کو پڑھانے والے کون لوگ ہوں گے؟ کیا ان کی سیرت اور کردار اور عقائد وافکار کا طلبہ پر اثر نہیں ہوگا، مدرسہ کے مخصوص دینی ماحول میں یہ لوگ کیسے ہم آہنگی پیدا کرسکیں گے اس لیے کہ جدید تعلیم میں اخلاقی تعلیم کے نام پر جو کچھ پڑھایا جارہا ہے، پھر جو لوگ تیار ہوکر ہندوستانی معاشرہ کی تشکیل کررہے ہیں وہ پورے ملک کو گجرات اور نٹھاری کا نمونہ بنانا چاہتے ہیں وندے ماترم، بھومی پوجا اور سوریہ نمسکار کی تلقین وتعلیم سے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ ملک سے محبت اور حب الوطنی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم ملک گیر پیمانے پر یہ تحریک چلائیں کہ اسکول اور کالج کے نصاب میں اس دین واخلاق کی تعلیم شامل کی جائے جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی تھی اور آج بھی دنیا اسی در کی محتاج ہے بغیر اس کے ہمارا ملک اخلاقی بحران سے نہیں نکل سکتا۔

جہاں تک سماجی علوم کو جزوی طور پر قبول کرنے اور دینی تعلیم وتربیت کو مرکزی حیثیت دینے کا تعلق ہے تو بعض مدارس نے عرصہ سے اپنے یہاں کے نصاب میں ان کو داخل کررکھا ہے، وہ اپنے محدود مالی وسائل ہی سے اپنا کام چلارہے ہیں اور ان کے اچھے نتائج بھی حاصل ہورہے ہیں، ندوۃ العلماء نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور کامیاب ہے، وہ ضرورت اور حالات کے مطابق ترمیم واضافہ بھی کرتا رہتا ہے مثال کے طور پر ندوۃ العلماء کے ذمہ داروں نے دعوتی میدانوں میں کام کرنے کے لیے المعہد العالی للدعوۃ والفکر الاسلامی قائم کیا، پھر شعبۂ صحافت اور لسانیات کا قیام عمل میں لایا گیا، اگرچہ بڑھتے ہوئے دعوتی مطالبات اور تقاضے اس سے کہیں زیادہ کے ہیں لیکن محدود وسائل میں رہتے ہوئے جو امکانی کوششیں ہوسکتی ہیں ان سے دریغ نہیں کیا جاتا۔

دینی مدارس سے یہ مطالبہ ہم بھی کرتے ہیں کہ عرصہ سے ہمارے یہاں تدریس کا مسئلہ ون وے ٹریفک کی طرح ہوکر رہ گیا ہے، یعنی صرف استاذ ہی ساری ذمہ داریاں اپنے سر لیتا ہے، وہ طالب علم کو اس میں شریک نہیں کرتا، استاذ برسوں ایک طالب علم کو پڑھاتا ہے لیکن اس کی صلاحیتوں کا اس کو پتہ بھی نہیں چلتا، اس میں بڑی حد تک سبب تعداد کی کثرت کو بھی ہے، ضرورت اس کی ہے کہ ایک درجہ میں پندرہ سے زیادہ تعداد نہ ہوتا کہ ہر طالب علم کو استاذ کی توجہ حاصل ہو۔

اس کے ساتھ ابتدائی تعلیم کے مراحل کو اچھے تربیت یافتہ اساتذہ کے ذریعہ انجام دیے جانے کی شدید ضرورت ہے، جتنا زیادہ غیر معمولی اہتمام اور خصوصی توجہ سے تعلیم وتربیت کے ابتدائی مرحلہ کو انجام دیا جائے گا اتنا ہی بہتر نتیجہ ہمیں آگے مل سکے گا۔

تدریس کے علاوہ دارالاقامہ کی زندگی کو منظم اور وہاں کی زندگی کے ایک ایک لمحے کو کارآمد اور نتیجہ خیز بنانے کے لیے داعیانہ مزاج رکھنے والے مربیوں سے کام لیا جائے کہ ذہن سازی اور سیرت وکردار کی تشکیل میں اقامتی زندگی کا کردار بنیادی ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

تعلیم وتربیت

اولاد کی صحیح دینی تعلیم وتربیت

از:.....حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراوقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ ماامرھم ویفعلون مایؤمرون﴾ (سورۃ التحریم۔٦)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔

یہ آیت بڑی چونکا دینے والی ہے اور ایسی ہے کہ اگر اس کا خطرہ نہ ہو کہ بار بار جو چیز سامنے آتی ہے اس پر سے توجہ ہٹ جاتی ہے، وہ روزمرہ کی چیزوں میں سے سمجھی جانے لگتی ہے تو میں عرض کرتا اور اصرار کرتا کہ یہ آیت جلی حروف سے لکھوا کر دیواروں پر لگوادی جائے، مسجدوں میں بھی آویزاں کردی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے وہ لوگو جو خود ایمان لاچکے ہو ﴿یاایھا الذین آمنوا﴾ یہ ﴿آمنوا﴾ ماضی کا صیغہ ہے، ہر لفظ پر غور کیجئے، قرآن مجید کا کوئی لفظ اتفاقی یا بھرتی کا نہیں ہوتا، یہ کوئی شاعری نہیں "ایھا المومنون" کہا جاسکتا تھا، "ایھا المسلمون" کہا جاسکتا تھا اے مسلمانو، اے جماعت مومنین، لیکن فرمایا "یا ایھا الذین آمنوا" اے وہ لوگو جو خود ایمان لاچکے ہو ﴿قوا انفسکم واھلیکم ناراً وقودھا الناس والحجارۃ﴾ بچاؤ اپنی جانوں کو، اپنے گھر والوں کو، اپنے متعلقین کو، اپنے ماتحتوں کو آگ سے جس کا ایندھن ہے آدمی اور پتھر، اس آیت کے مخاطب مسلمان تھے، وہ صحابہ تھے جو قرآن مجید کے نزول کے وقت موجود تھے، وہ اولین مخاطب تھے، یوں قیامت تک کی تمام مسلمان نسلیں اور جو بھی پیدا ہوا اور اپنے کو مسلمان کہے وہ سب مخاطب ہیں، لیکن پہلے مخاطب اس کے وہ لوگ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لاچکے تھے، آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا تھا، جن کو شرف صحابیت حاصل تھا، اور اس میں یقیناً وہ لوگ بھی تھے جو بیعت رضوان میں شریک رہے ہوں گے، جنہوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے جان دینے پر بیعت کی تھی، جن کے متعلق ارشاد ہے ﴿لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ فعلم مافی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریبا﴾ (سورۃ الفتح۔١٨) (اے پیغمبر) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

جن کو یہ انعام ملا تھا اور جن کو قیامت تک کے لیے سند دی گئی ہے کہ اللہ ان سے راضی ہوا، ایسے سند یافتہ اور بلند مرتبہ لوگ بھی اس آیت کے مخاطب ہیں۔ جو جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے اور عشرۂ مبشرہ بھی اس میں یقیناً شامل ہیں اور کبار صحابہ بھی اس میں شامل ہیں، اور بدر اور احد کے "زندہ شہید" بھی مخاطب ہیں۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی آدمی جان بوجھ کر اپنے لڑکوں کو اپنے گھر والوں کو آگ میں جھونکتا ہے؟ آگ میں گھسنے دیتا ہے؟ اس کا کیا مطلب کہ اللہ کہتا ہے کہ اے وہ لوگو جو خود ایمان لاچکے ہو اب تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو بچاؤ اپنے گھر والوں کو بچاؤ دوزخ کی آگ سے۔ کیا کوئی واقعہ آپ نے سیرت میں ایسا پڑھا ہے کہ صحابۂ کرام نے (معاذ اللہ) ارادہ کیا تھا کہ اپنے بچوں کو آگ کے حوالہ کردیں یا بچے آگ میں کود جانا چاہتے تھے اور صحابۂ کرام اور اس وقت کے مسلمان خاموش بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے اور اس صورت حال پر راضی تھے، کیا ایسا کوئی واقعہ آپ کی نظر سے گزرا ہے؟ تو کیا بے ضرورت یہ بات کہی گئی ہے کہ اے وہ لوگو جو خود ایمان لاچکے ہو تمہارا کام یہ ہے کہ اپنی جانوں کو اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ یہ کون سی آگ تھی؟ اور کب یہ واقعہ پیش آیا تھا؟ یا پیش آنے والا تھا؟ کہ مسلمانوں کے گھروں کے بچے آگ میں کودنا چاہتے تھے اور ماں باپ سورہے تھے، فکر نہیں کررہے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس وقت وحی نازل کی سب چونک گئے اور سب اپنے بچوں کی فکر میں لگ گئے کہ آگ میں چھلانگ نہ لگائیں، پھر اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس آیت کا مطلب اس کے سوا کچھ

اور ہوسکتا ہے کہ اپنے بچوں کو اپنے گھر والوں کو ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ تک لے جانے والی ہیں، جن کا انجام یہ ہونے والا ہے کہ دوزخ میں جائیں، ورنہ وہ کون سا انسان ہے جو اپنے بچوں کو آگ کی طرف جاتے ہوئے دیکھے اور ان کو روک نہ لے؟ خطرہ صرف اس بات کا ہے کہ آدمی یہ نہ جانتا ہو کہ اس کے نتیجے میں جلنا ہوتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ ایسے اسباب سے بچاؤ جو دوزخ کی آگ تک پہونچانے والے ہیں اس کو فقہ کی زبان میں ''اسباب موء دیہ'' کہتے ہیں، یعنی وہ اسباب جو کسی نتیجہ تک پہونچانے والے ہوں، فقہاء کے نزدیک وہ بھی نتائج کے حکم میں داخل ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو ایسی دوا دے رہا ہے جس کے نتیجہ میں موت ہوتی ہے، چاہے وہ دیر سے ہو یہ عمل قتل ہی کے مرادف ہے، اس لیے کہ اس نے وہ سبب اختیار کیا جس کے نتیجہ میں موت کا آنا یقینی ہے تو قانون بھی اس کو قاتل کہے گا حکیم صاحبان ڈاکٹر صاحبان بھی اس کو قاتل سمجھیں گے یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ ایسی چیزوں سے بچاؤ جو آگ تک پہونچانے والی ہیں۔

اب میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ صورت حال اس وقت یہی ہے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام نہ کرنا بچوں کو اس ماحول کے بالکل حوالہ کردینا اور ان کو اس کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا جو اس بات کا نہ مکلف ہے، نہ اس بات کا مدعی، نہ اس بات کا اہل کہ وہ بچوں کو وہ تعلیم دے گا، جس پر نجات موقوف ہے، پیغمبروں کی لائی ہوئی وہ تعلیم جس سے ناواقفیت کے نتیجہ میں ایمان کا خطرہ ہے، آخرت کی ہلاکت ہے، تو اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس بات کو بچے کے لیے کیسے گوارا کیا جارہا ہے؟ موجودہ تعلیمی نظام صرف لادینی (Secular) نہیں، وہ ایک مثبت ومعین نظام تعلیم (Positive System of Education) ہے، ہندو دیومالا (Hindu Mythology) اس میں شامل ہے، انگریزوں کے زمانہ میں تعلیم سیکولر تھی، بلی، کتے کے قصے ہوتے تھے اور ہم میں سے بہت سے لوگوں نے انگریزوں کے عہد حکومت میں انگریزی پڑھی ہے، اس وقت زبان سیکھنے والی ابتدائی کتابوں سے نہ کسی کے عقیدہ پر اثر پڑتا تھا، نہ کسی مخلوق کا تقدس پیدا ہوتا تھا، اور نہ اس کائنات میں کسی مخلوق کا تصرف واختیار معلوم ہوتا تھا، اس وقت بھیڑیئے، چیتے بندر اور لومڑی اور بلی کتے کے قصے بچے پڑھتے تھے، ویسے کے ویسے ہی گھر آتے تھے جیسے جاتے تھے، لیکن اب صورت حال یہ نہیں ہے، سرکاری نصابی کتابوں میں عقیدہ پر اثر ڈالنے والے اسباق، قصے کہانیاں اور مضامین ہوتے ہیں اور جو کسر کتابوں میں رہ جاتی ہے وہ ماسٹر صاحبان پوری کرتے ہیں، بچوں کو کچھ اجتماعی کام ایسے کرنے پڑتے ہیں، جو اسلام کے عقیدۂ توحید کے منافی ہیں۔

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ڈھلوان راستہ ہو، جس پر پاؤں بھی نہ جمتے ہوں اس پر کوئی بچہ سائیکل پر بیٹھا ہوا جارہا ہو آگے کھائی ہو، سائیکل کا بریک بھی ٹھیک کام نہ کرتا ہو باپ دیکھ رہا ہے کہ بچہ سائیکل پر بیٹھا ہے اور اس سے بھی واقف ہے کہ بریک نہیں ہے، اس سے بھی واقف ہے کہ کوئی اور ترکیب نہیں کہ وہ سائیکل پر جاتے ہوئے کھائی سے بچ سکے گا تو کیا یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس باپ نے جانتے بوجھتے اپنے بچے کو کھائی میں گرنے دیا، کیا کوئی صاحب اس سے انکار کرسکتے ہیں؟

اگر اس سے انکار نہیں کرسکتے تو اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ موجودہ نظام تعلیم سے بچے کا ایمان کیسے سلامت رہے گا اگر خارجی واضافی دینی تعلیم کا انتظام نہیں ہے (جس کو سائیکل میں بریک کا قائم مقام کہا جاسکتا ہے) جس میں تحفظ کا انتظام ہے کہ اسکول میں بچہ جو کچھ پڑھ کر آتا ہے، اس کی اصلاح کی جاتی ہے اور اگر اس کو کوئی ایمانی توحیدی (Dose) دیا جاتا ہے، صباحی یا شبینہ مکتب ہیں، تعلیمی حلقے ہیں، کوئی دینی کتاب سنائی جاتی ہے، ماں باپ دین کی تلقین کرتے ہیں اچھے اچھے شوق انگیز اور دین آموز قصے سنائے جاتے ہیں، گھر کا ماحول دینی ہے تب تو یہ کسی درجہ میں بریک کے قائم مقام ہیں اور اگر ایسا نہیں تو آپ نے گویا اپنے بچوں کے کان میں کہہ دیا ہے کہ ''اسکول کی ہر بات مان لینا'' یہ کان میں کہنے ہی کے مرادف ہے کہ آپ نے بچہ کا نام کسی اسکول میں لکھایا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں کیا، گویا آپ نے اپنے بچہ کو ایک طرح کی ترغیب دی ہے کہ وہ ہر غیر اسلامی بات مانتا چلا جائے، اب اگر وہ مانتا چلا گیا اور باہر سے کوئی انتظام نہیں ہے، نہ اردو جانتا ہے کہ دینی کتابیں پڑھ سکے، نہ محلہ میں کسی مکتب کا انتظام ہے تو آپ بتائیے کیا آپ ''قوا انفسکم واھلیکم نارا'' کے مخاطب نہیں ہیں؟

لکھنؤ کے ایک زنانہ جلسہ میں خواتین کی بڑی تعداد تھی، میں نے کہا ایک ماں کا قصہ آپ کو سناتا ہوں، ایک تعلیم یافتہ خاتون ایک دعوت میں شریک تھیں بیبیوں نے دیکھا کہ وہ کچھ بے چین اور متفکر سی ہیں، باتوں میں ان کا دل لگ نہیں رہا ہے، ان کی عزیز بیبیاں اور سہیلیاں سب بیٹھی دل چسپی کی باتیں کررہی ہیں، بہت دن کے بعد وہ اکٹھا ہوئی تھیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان خاتون کا دل ودماغ کہیں اور ہے، وہ کہیں اور دیکھ رہی ہیں، ان سے

پوچھا گیا کہ بہن کیا بات ہے؟ طبیعت کچھ خراب ہے؟ کوئی اندرونی تکلیف ہے؟ بہت پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ کچھ نہیں میں گھر میں ماچس کی ڈبیا چھپانا بھول گئی، بچہ وہاں ہے، مجھے یہ کھٹکا لگا ہوا ہے کہ کہیں وہ اس میں سے تیلی نکال لے اور مسالہ سے رگڑ کر اپنے کپڑوں میں آگ لگالے، بیبیوں نے پوچھا اللہ رکھے بچہ کی کیا عمر ہے؟ خاتون نے جواب دیا یہی دوسال کی خیال کیجئے۔ بچہ ماچس کے بکس کو کھولنا جانتا ہے یا نہیں؟ اگر جانتا ہے اور کھولے گا تو الٹی تیلی رگڑے گا یا سیدھی رگڑے گا جدھر مسالہ ہے مگر

عشق است و ہزار بدگمانی

محبت یہ سب چیزیں پیدا کردیتی ہے، وہ چونکہ ماں ہیں، اللہ نے مامتا دی ہے، محبت دی ہے بچہ کی اس لئے وہ باتیں جو بہت بعید از قیاس ہیں اور کہیں برسوں میں ہوتی ہیں، سب ان کے سامنے نقشہ کی طرح ہیں، بچہ کھیلتے کھیلتے وہاں پہنچا، ماچس کی ڈبیا اٹھائی اس کو کھولا اس نے کبھی دیکھا تھا، اپنی بڑی بہن کو یا بھائی کو کس طرح اس سے کام لیا جاتا ہے، اس نے اس کی نقل کی اور اپنے کپڑوں میں آگ لگالی، جب گھر گئے تو معلوم ہوا کہ (خدانخواستہ) یہ واقعہ پیش آیا، اتنے دور کے احتمالات کی وجہ سے وہ بی بی وہاں اس طرح بے چین نظر آتی تھیں کہ جیسے کوئی آدمی دہکتے ہوئے گرم پتھر پر کھڑا ہو، یا کوئی کانٹوں پر بیٹھا ہوا ہو۔

کیا دین کے منافی ماحول میں دین وایمان سے محروم ہوجانے کے احتمالات جانی خطرات کے احتمالات سے زیادہ قوی نہیں ہیں، جو اس چاہنے والی ماں کے دل میں پیدا ہوئے؟ ہمارے بچے جو پڑھ رہے ہیں، جن کو آپ نے ایک دن نہیں بتایا کہ توحید کیا ہے؟ آپ نے کوئی انتظام اپنے شہر میں دینی مکاتب کا نہیں کیا، جہاں بچے پڑھ کر پھر اسکولوں میں جاتے اور اپنا ایمان بچانے کے قابل ہوجاتے، نہ گھروں میں وہ ماحول نہ محلہ اور بستی میں یہ فضا، اسکولوں کو میں کیا کہوں، میں عربی مدرسوں کا آدمی ہوں وہاں یہ حالت ہے کہ اب جو بچے آرہے ہیں وہ بھی ایسی بنیادی باتوں سے ناواقف ہیں، جن کا ہمارے بچپن میں خیال بھی نہ ہوسکتا تھا کہ کوئی مسلمان بچہ ان سے ناواقف ہوگا۔

اس صورت حال کا نتیجہ کیا ہوگا؟ نسل کی نسل دین سے بالکل ناآشنا ہوگی اردو پڑھ نہیں سکے گی، آج یہ حالت ہورہی ہے کہ ایک بڑے طبیہ کالج کے جس کی ایک تاریخ ہے، ایک طالب علم سے کوئی مضمون لکھوانا تھا یا خط لکھوانا تھا تو سوچا کہ یہ صاحب تو طب کی کتابیں پڑھتے ہیں جو عام طور پر عربی، فارسی میں ہیں، بہت نیچے اتریئے تو اردو میں ہیں، ان سے کہا آپ لکھئے وہ لکھتے رہے لوگ سمجھتے رہے کہ لکھ لیا، دیکھا تو وہ ہندی میں تھا، ان سے کہا گیا کہ آپ یونانی طب پڑھتے ہیں اور اردو نہیں لکھ سکتے؟ انھوں نے کہا کہ ہمیں تو یہی پڑھایا گیا ہے، تو ایک ایسی نسل کے تیار ہونے کا محض اندیشہ نہیں مشاہدے میں آرہا ہے، دین کی بنیادی چیزوں سے ناواقف، بنیادی عقائد سے ناواقف، اللہ ورسول کا ہمارے دل ودماغ میں جو عقیدہ بسا ہوا ہے اس سے ناواقف، یہ نسل پیدا ہوگئی ہے اور جوانی کے قریب اب پہونچ رہی ہے، شروع ہونے کا زمانہ تو گیا، آنکھوں سے دیکھا گیا ہے کہ سیرت پر تقریر کرنی ہے، اسلامیہ اسکول ہے، کالج ہے، جامعہ ہے اور ایک مسلمان نوجوان طالب علم کو کسی نے سیرت کا مضمون دیا، وہ ہندی میں لکھ کر لایا، اور اردو میں پڑھا، الفاظ تو اردو اور رسم الخط ہندی اور یہ رسم الخط تو وہ چیز ہے کہ آرنلڈ ٹوائن بی (Arnold Toynbee) جو اس زمانے کا بڑا فلسفی مؤرخ (Philosopher Historian) ہے، اس نے لکھا ہے کہ اب کسی کتب خانہ کو آگ لگانے کی ضرورت نہیں، رسم الخط (Script) بدل دینا کافی ہے، اس سے اس قوم کا رشتہ اپنے ماضی سے بالکل ٹوٹ جائے گا اور اس کی پوری تہذیب اس کے لیے بے معنی ہوکر رہ جائے گی اور پھر جس طرف چاہو لے جاؤ، جو چیز کسی ملت کو اس کے ماضی سے، اس کے مذہب سے، اس کی تہذیب سے، اس کے کلچر سے ملاتی ہے، وہ رسم الخط ہے، رسم الخط بدلا نسل بدل گئی، آج ہندوستان میں یہی ہورہا ہے، فرقہ وارانہ فسادات محض ملک کو بدنام کرتے ہیں، فائدہ ان کا کچھ نہیں ہے، تعلیم کا نظام بدلنا کافی ہے، آج سے ساٹھ برس پہلے اکبر مرحوم نے کہا تھا ؎

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے
دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

مسلمان ماں باپ اس ڈر سے کہ ہمارے بچے کا کیریر خراب ہوجائے گا، اس کی مادری زبان اردو نہیں لکھاتے، اس کی دینیات کی تعلیم کا انتظام نہیں کرتے، بھلا ایمان کے ساتھ یہ بات جمع ہوسکتی ہے؟ مسلمان کی شان تو یہ ہے کہ اگر کسی طریقہ سے یہ معلوم ہوجائے کہ اس کے بچے کی تقدیر میں اسلام نہیں ہے یا یہ خدانخواستہ مسلمان نہیں رہے گا تو دعا کرے کہ اللہ اس کو خیر وعافیت سے اٹھالے، یہ مسلمان کی شان ہے۔

آج مسئلہ یہ ہے کہ اس نسل کو کیسے بچایا جائے کیسے مسلمان رکھا جائے، سرکاری تعلیم کی اصلاح کی کوشش کے ساتھ دینی تعلیم کا کوئی متوازی نظام بھی ہونا چاہئے۔

☆☆☆☆☆

نصاب تعلیم

جامع دینی تعلیم کا ایک تجربہ (ندوۃ العلماء)

از:.....حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

دراصل موجودہ بدلتی ہوئی دنیا کے پیش نظر ضرورت تھی کہ علوم دینیہ واسلامیہ کی وسعت کا حق ادا کرتے ہوئے وقت کے تقاضہ کا خیال رکھا جائے، علوم اجتماعی میں متعدد علوم وسیع اور مفید علم بن چکے ہیں، جن سے عالمانہ واقفیت کے بغیر نہ تو ان سے پیدا ہونے والے اثرات کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ مشرق پر اس کے جو گوناگوں منفی اثرات پڑ رہے ہیں ان کو سمجھا جاسکتا ہے، ایک مسلمان کو اگر اسلام سے نبرد آزما طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہے، اور اپنے کو اپنی امت کو ان کے شر سے بچانا ہے، تو اس کو ان تمام موضوعات سے کسی نہ کسی حد تک واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔

ندوۃ العلماء کی اصلاح نصاب کی دعوت نے اپنے قیام ۱۸۹۳ء سے ہی وقت کے تقاضہ کے مطابق نصاب تعلیم کی تشکیل کی اہمیت کو محسوس کیا تھا، اور اس کی دعوت دی تھی، اس کے لیے اس نے علوم دینیہ کا پورا حق رکھتے ہوئے ضروری نئے موضوعات کو شامل کرنے کا خاکہ مرتب کیا اور نصاب بنایا، اور کام کی ابتداء کی، لیکن اس کو جن وسائل کی ضرورت تھی وہ اس کو لوگوں کی طرف سے توجہ نہ ملنے اور تعاون کم دیئے جانے کی وجہ سے نہ مل سکے، چنانچہ رفتار سست رہی اور ضرورت کے تمام گوشے اپنائے نہ جاسکے پھر بھی اس کے اس تجربہ کے بتدریج نتائج سامنے آنے لگے، تو اس تجربہ کو قریب سے دیکھنے والوں کو اس مسئلہ پر غور کرنے اور اس کے لحاظ سے قدم اٹھانے کی ضرورت کا احساس بڑھا، یہ اگرچہ خاصی تاخیر سے ہوا، لیکن پھر بھی یہ ایک خوش آئند عمل کہے جانے کا مستحق ہے۔

ندوۃ العلماء نے اپنے نصاب کے مضامین کو تین خانوں میں تقسیم کیا ہے، ایک علوم دینیہ، جو اس کے نصاب کا غالب حصہ ہیں، دوسرے لسانی مضامین، جن کو وقت اور ضرورت کے لحاظ سے قدیم وجدید دونوں پہلوؤں سے اپنایا گیا ہے، تیسرے علوم اجتماعیہ، جو اسلام اور ملت اسلام کے تعلق سے ضروری ہیں، ان تینوں اقسام میں زیادہ توجہ علوم دینیہ پر، پھر لسانیات پر، پھر علوم اجتماعیہ پر دی گئی ہے، علوم دینیہ کے دائرے میں قدیم مدارس عربیہ کے نصاب سے تقریباً پوری یکسانی ہے، اس کے مروجہ نصاب میں کتر بیونت نہیں کی گئی ہے، البتہ ان کو زیادہ وسیع مدت میں پھیلایا گیا ہے تاکہ وہ پورے ہوسکیں، اور ان کا حق زیادہ بہتر طریقہ سے ادا ہوسکے، چنانچہ کتب حدیث وفقہ اسی مقدار میں اور تقریباً انہی کتب کی صورت میں شامل ہیں جو مروجہ درس نظامی کے نصاب میں داخل ہیں، درس نظامی کے دورۂ حدیث کی کتب کو ایک سال کے بجائے تین سالوں میں پھیلایا گیا ہے اس سے قبل مشکوٰۃ شریف دو سال میں رکھی گئی ہے، پھر تین سال میں کتب صحاح رکھی گئی ہیں، فقہ میں مروجہ کتب کے ساتھ فقہ علی المذاہب الاربعہ سے بھی متعارف کرایا جاتا ہے، اس کے ساتھ مسائل حاضرہ کا تعارف بھی رکھا گیا ہے، تفسیر متن قرآن اور بیضاوی (بقرہ) پانچ سالوں میں مع اصول تفسیر داخل نصاب ہے، تغیر اور کمی کا عمل اصلاً علوم عقلیہ قدیم میں کیا گیا ہے، کیونکہ عہد اور تقاضے بدل جانے کی وجہ سے اب اسلامی علوم کی ترویج اور اسلامی فکر کا دفاع قدیم علوم عقلیہ کا زیادہ محتاج نہیں رہا، اب اس کی بڑی جگہ علم النفس، ادب، اور لسانیات نے لی ہے، اس لیے منطق وفلسفہ کے صرف مبادی اور ضروری پہلوؤں سے تعارف کو شامل نصاب کیا گیا ہے، ضرورت جدید فلسفہ کو پڑھانے کی ہے، جس کا رواج جدید علمی دنیا میں بڑھا ہوا ہے، لسانیات کے دائرے میں عربی زبان کی وسیع علمی وعملی تعلیم ومہارت کے ساتھ اردو میں اور اس کے بعد انگریزی، فارسی اور ہندی زبانوں سے واقفیت پیدا کی گئی، عربی اردو کے بعد دیگر زبانوں میں انگریزی زبان کی تعلیم کو زیادہ وقت دیا گیا ہے اور اس کو بھی لازمی رکھا گیا ہے وہ ابتدائی مرحلہ کے بعد شروع ہوتی ہے اور عالی مرحلہ میں جاکر ختم ہوتی ہے، جہاں اس کے انٹرمیڈیٹ تک کا نصاب پورا ہوتا ہے، علوم اجتماعیہ میں تاریخ، جغرافیہ، ثقافت اسلامی، اسلامی فکر اور منحرف فکر وباطل نظریات کا تعارف، اقتصادیات اور سیاسیات کے مبادی اور ریاضی وغیرہ نصاب میں رکھے گئے ہیں، نیز اہم مفکرین کے محاضرات کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے، تعلیم کے مراحل کو ابتدائی، ثانوی اور عالی اور تخصص کے مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان ہی کی مناسبت سے مضامین، نصاب کی ترتیب وتنسیق رکھی گئی ہے۔

ابتدائی مرحلہ میں جو ۶ سالوں پر پھیلا ہوا ہے،

ناظرہ قرآن وحفظ سورۂ منتخبہ وتجوید، عقائد دینیہ ومسائل فقہیہ، اسلامی معلومات، تاریخ اسلام، اردو، ہندی، فارسی، حساب، جغرافیہ، معلومات جدیدہ اور خطوط نویسی، خوشی خطی اور بعض دیگر معلوماتی اسباق ہیں اور عصری مدارس کی سطح کا معیار رکھا گیا ہے، ثانوی مرحلہ میں جو پانچ سالوں پر مشتمل ہے، عربی زبان وادب وانشاء اردو ادب وفارسی، انگریزی زبان، فقہ، معلومات دینیہ، سیرت نبوی، منتخب احادیث صرف ونحو، تاریخ، جغرافیہ، حساب اور دیگر معلوماتی مضامین ہیں، درجات عالیہ کے چار سالوں میں ترجمہ وتفسیر قرآن اور متداول کتب تفسیر کی مراجعت، نیز بیضاوی سورہ بقرہ واصول تفسیر صحاح کتب مع مؤطا واصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد، ادب عربی وانشاء، تاریخ ادب، نقد ادب، تاریخ اسلامی، جغرافیۂ اسلامی، ثقافت اسلامی، دعوت اسلامی، منطق وفلسفہ، سیاسیات ومعاشیات اور انگریزی ہے، فضیلت وتخصص کے مرحلہ میں بقیہ کتب صحاح ہیں مع طحاوی واصول حدیث، علوم قرآن وتفسیر کشاف، اسرار عبادات، اسرار شریعت، فقہ واصول فقہ، تاریخ علوم، ادب عربی وانشاء، تاریخ دعوت وفکر اسلامی، تراجم علماء واعلام، اصول تعلیم اور بعض دیگر مضامین شامل ہیں، قدیم مدارس دینیہ میں حدیث وفقہ کا جو نصاب دو یا تین آخری سالوں میں ہوتا ہے وہ نصاب ندوہ نے مضامین کے اضافے کی وجہ سے پانچ سالوں میں پھیلایا ہے تاکہ وہ پورے ہوسکیں، اس کا لحاظ رکھا گیا کہ انگریزی اور بعض عصری مضامین کے داخل نصاب کرنے سے علوم دینیہ کو نقصان نہ پہونچے، اس کے ساتھ دینی اخلاق وکردار کی حفاظت کے لیے اساتذہ اور نگرانی دارالاقامہ کے وسیع نظام سے کام لیا جاتا ہے، اس طرح عصری مضامین اور انگریزی سے اسلامی اخلاقی کردار کو نقصان نہیں پہونچتا۔

جس کا کام مطلوبہ خطوط پر بتدریج انجام دیا گیا، جو نصاب تعلیم کے دائرہ میں اس تفصیل سے ہے جس کا سطور بالا میں تعارف کرایا گیا، یہ دینی تعلیم کو عصری تقاضوں کے ساتھ مربوط کرنے کے مقصد سے ہوا، ضرورت ہے کہ ہمارے عصری مدارس وجامعات بھی انقلابی اقدام اٹھائیں اور اپنے نصاب تعلیم میں وہ ضروری اضافہ کریں جس سے وہاں کے طلباء صرف علم ہی حاصل کرکے ہی نہ رہ جائیں، بلکہ وہ اپنی اور امت اسلامیہ کی صلاحیت ومقام پر اعتماد بھی حاصل کرسکیں بلکہ دنیا کے سامنے اعتماد کے ساتھ اپنی اور دینی برتر خصوصیات سے اثرانداز ہوں، ضرورت ہے کہ وہاں کے ماہرین تاریخ مؤقر مغربی زبانوں میں اسلام کی تاریخ کے سلسلہ میں جو غلط فہمیاں اور بے اعتمادی پیدا کی گئی ہے اس کو اپنی تصنیف کردہ ٹھوس علمی کتابوں سے دور کریں اور اسلام اور مسلمانوں کا شاندار چہرہ واضح کریں، اسی طرح دیگر سماجی اور انسانی علوم میں ایسا علمی سرمایہ تیار کردیں جو مسلمانوں کا باعزت مقام بحال کرتا ہو اور نئی نسل کے کچے ذہنوں کی صحیح رہنمائی بھی کرتا ہو، یہ کام ہماری مسلم عصری درسگاہوں اور مسلم اسکالروں کے ذمہ قرض ہے، جس کو انہیں جلد از جلد اتارنا ہے۔

تعلیم کا مقصد انسان سازی ہے، انسان سازی کا مطلب وہ انسان بنانا ہے جو اپنے مستند معتقدات، معتبر اخلاق اور پختہ دین وایمان کا حامل ہو، نہ کہ ہر چمکتی چیز کا دلدادہ اور دوسروں کی کسی بھی برتری کے سامنے مبہوت ہوکر اپنی ہر خصوصیات کا منکر ہوجائے۔

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۱ کا)

ایک قول یہ بھی ہے کہ اچھی آواز قرآن کی زینت ہے) اور قرآن حکیم بجائے خود زبان وحی کا جمال وکمال رکھتا ہے۔

امام سیوطی نے حدیث کا حوالہ دیا کہ (تم قرآن اہل عرب کے لحن وصوت میں پڑھو، اگر کوئی حسن صوت نہیں رکھتا تو وہ زبردستی کوشش نہ کرے، امام نووی کا بیان ہے کہ اچھی آواز میں پڑھنے والوں کے حق میں بہتر ہے کہ لحن وصوت کے ساتھ قرأت کو توجہ، احترام اور کلام اللہ کے اجلال کے ساتھ کان لگا کر سنا بھی جائے، قرآن کریم کی تلاوت یا قرأت مل جل کر جماعت کی صورت میں بھی کی جاسکتی ہے کہ کوئی ایک حصہ پڑھے اور دوسرا حصہ کوئی، اور اس طرح کسی قسم کی بھی سہو اغلطی کی اصلاح بھی ممکن ہوگی، ہمارے خیال میں قرآن کریم کو خوبصورت آواز میں صرف پڑھنا کافی نہیں، بلکہ سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنا لازم ہے، اس کے لیے بھی بہترین نمونہ محمد ﷺ کا ہی طریقہ ہے۔

عبداللہ بن شخیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو آپ کے سینہ مبارک سے گریہ وزاری کی ایسی صدا یا گونج سنائی دے رہی تھی جیسے ہانڈی کے ابال سے پیدا ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ حضور ﷺ پر کلام الٰہی کی عظمت سے رقت طاری ہوگئی تھی، حضور ﷺ قلب اطہر پر وحی نازل ہوئی، آپ سے زیادہ کون اس کلام ربانی کی عظمت وہیبت کو جان سکتا ہے؟ اسی لیے جب حضرت عبداللہ بن مسعود نے جن کی آواز میں سوز اور تاثیر تھی آپ کی فرمائش پر قرآن مجید سنایا تو جس آیت پر حضور اشکبار ہوگئے وہ سورۂ نساء کی یہ آیت کریمہ تھی:

﴿فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید، وجئنا بك علی هؤلاء شهیدا﴾

(اے محمد ﷺ وہ دن بھلا کیسا دن ہوگا جب ہم ہر نبی کو اس کی امت پر اور آپ ﷺ کو ان پر گواہی کے لیے طلب کریں گے؟.....(جاری)

چشم کشا

چوتھی قسط

قرآن کریم کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہونا چاہئے

مفکر ملت ڈاکٹر یوسف قرضاوی

ترجمہ، تلخیص اور تجزیہ ..... پروفیسر ڈاکٹر عطیہ خلیل عرب

تلاوت قرآن مجید کی فضیلت

لفظ تلاوت صرف قرآن کریم کے لئے مخصوص ہے، یعنی حدیث رسول اللہ ﷺ تک کے لئے پڑھنا بولا جاتا ہے، اسی لئے اس کو حضور نے وحی غیر متلو فرمایا، اور قرآن کریم کی تلاوت پر اجر عظیم اور ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، جب کہ محمد ﷺ جن پر وحی نازل کی گئی ان کی بعثت کا مقصد یوں بتایا گیا:

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر یہ بہت بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان کے لئے کتاب (قرآن) کی تلاوت کرتا، اور ان کے نفس کا تزکیہ کرتا ہے، نیز ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے (ورنہ) اس سے قبل تو وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا تھے۔

سورۂ طٰہٰ میں اہل ایمان کی صفات بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا: "بلاشبہ جو لوگ کتاب اللہ (قرآن) کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں (اسلامی معاشرے کی پہچان اجتماعی طور پر اقامت صلاۃ ہے) اور ہمارے عطا کئے ہوئے رزق (اس میں ہر نعمت شامل ہے) میں سے چھپا کر اور کبھی موقع کی مناسبت سے علانیہ (اللہ کے مستحق بندوں پر) خرچ کرتے ہیں وہ یقیناً ایسی تجارت ہے جس میں ان کو ہرگز گھاٹا یا نقصان نہیں ہوگا، بلکہ اللہ رب العزت ان کو پورے پورے اجر دینے کے ساتھ ساتھ اپنے فضل سے مزید اضافہ کر کے ان کو نوازے گا، بلاشبہ وہ تو بخشش کرنے والا، قدر دان ہے۔

حضرت ابوامامہ راوی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمان سنا: قرآن پاک پڑھا کرو اس لیے کہ قیامت کے دن وہ اپنے تلاوت کرنے والوں کے لیے بارگاہ رب العزت میں سفارشی بن کر حاضر ہوگا۔

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا اس کو ایک نیکی اور وہ نیکی اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ہوگی، میرا مطلب یہ نہیں کہ الٓمٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف اور لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے: "جو قرآن کریم کی تلاوت میں اس قدر ڈوب گیا ہو کہ اپنے لیے مجھ سے کوئی دعا کرنا بھول جائے تو اس کو میں ان سے زیادہ بہتر عطا کروں گا جو دعا مانگنے والوں کو دیتا ہوں"، اور کلام اللہ کی فضیلت تمام باتوں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی برتری اور عظمت اپنی مخلوق پر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے دن روزہ اور قرآن دونوں سفارش کریں گے، روزہ دار کے لیے صیام کہیں گے کہ ہم نے اس کو کھانے اور خواہشات سے روکے رکھا تھا، رب! تو ہماری سفارش قبول فرما، اور قرآن پاک کہے گا کہ میری تلاوت نے اس بندے کو نیند سے محروم رکھا، اے رب! تو میری شفاعت قبول فرما، پھر دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی۔

حضرت ابوہریرہؓ ہی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: حسد صرف دو چیزوں میں جائز ہے، اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو قرآن مجید سیکھنے کی توفیق دی اور وہ رات دن اس کی تلاوت میں مصروف رہا، اس کے پڑوسی نے سنا تو کہا کاش میں نے سیکھا ہوتا تو مجھے بھی قرآن پڑھنے کی ایسی توفیق ہوتی تو میں بھی وہی کرتا جو یہ کر رہا ہے۔ دوسرا عمل یہ کہ اللہ نے کسی کو مال ودولت عطا کی اور وہ اللہ کی راہ میں اپنا مال صرف کرتا رہے، اور دوسرا شخص اگر مفلس ہے اس لیے رشک کرے کہ کاش میں بھی مالدار ہوتا اس کی طرح اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا، یہاں (حسد) سے مراد رشک ہے، جب کہ رشک کرنا جائز ہے، اور حسد دل کی بیماری ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے ایک اور حدیث میں ارشاد رسول ﷺ بیان کیا ہے کہ جس گھر میں قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے اس میں اہل خانہ کے لیے کشادگی اور مال ومتاع میں برکت ہوتی ہے، اور مزید یہ کہ وہاں رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں، اس کے برعکس جس گھر میں قرآن کریم کی تلاوت نہیں کی جاتی اس گھر سے فرشتے رخصت ہوجاتے ہیں اور وہاں شیاطین آکر بس جاتے ہیں تو اس گھر کے باشندوں کے لیے خیر وبرکت اٹھ جاتی ہے اور اس کی جگہ تنگی اور عسرت لے لیتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے

روز قاری قرآن سے کہا جائے گا (پڑھ اسی طرح جس طرح تو دنیا میں تلاوت کرتا تھا اور جنت میں بلند درجات حاصل کرتا جا، تیری منزل وہی ہے جہاں تو آخری آیت پڑھ رہا تھا (بلند درجات کی انتہا کیا ہوگی؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے)۔

قرآن کریم کا اعجاز

انسان کے دل پر قرآن کا جو اثر ہوتا ہے اس کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے، حق تو یہ ہے کہ کلام ربانی کی ساحرانہ تاثیر یا مسحور کن کرشمہ لفظ وبیاں کا محتاج ہے ہی نہیں، یہ ایک باطنی جذبہ ایسا ہے جس میں اگر دل وروح ساتھ ساتھ Involve ہوتے ہوں تو کس قلم یا زبان میں اظہار کی طاقت ہوگی؟ اور کوئی دوسرا کیونکر اس کیفیت کو محسوس کرسکتا ہے، ہاں اندازہ کرسکتا ہے، اور لطف یہ کہ مسلم ہو یا کافر جو بھی سنے گا اگر اس کا دل پتھر نہ ہوا ہو تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، یہی وجہ تھی کہ دعوت اسلام کے آغاز ہی میں مشرکین مکہ کو بڑی تشویش لاحق ہوگئی تھی اور وہ ڈرتے تھے کہ ان کی خواتین اور بچوں نے اگر یہ معجزانہ کلام سن لیا تو وہ اس کلام ربانی سے متاثر ہوکر محمد ﷺ کی رسالت اور کتاب الٰہی پر ایمان لے آئیں گے، جیسا کہ سورۂ فصلت آیت: ۲۶ میں ارشاد ہوا: "اور کفار مکہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو ہرگز نہ سنو بلکہ ایسی (گھٹیا حرکتیں کرو) آوازیں نکالو کہ قرآن سنا نہ جاسکے، شاید تم غالب آجاؤ" مشرکین مکہ میں ان کے معتبر شخص ولید بن مغیرہ کا مشہور واقعہ ہے کہ مشرکین نے تو اس کو اپنی نمائندگی کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا، لیکن جوں ہی اس نے محمد ﷺ کی زبان مبارک سے سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۰ سنی، تو وہ مسحور ہوکر رہ گیا، صورت حال یہ تھی کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ پیچھے زمین پر ٹیک کر اور اپنا رخ محمد ﷺ کی طرف کر کے بیٹھا ہوا تھا، وہ آیات کریمہ یہ تھیں ﴿ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان، وایتاء ذی القربیٰ وینھاعن الفحشاء والمنکر والبغی، یعظکم لعلکم تذکرون﴾ (ولید بن مغیرہ بے ساختہ پکار اٹھا: پڑھو، پھر پڑھو، پھر بولا: اللہ کی قسم، اس کلام میں بڑی مٹھاس ہے، شیرینی ہے، غضب کی کشش ہے، حسن ہے، جادو ہے، یہ کلام کسی بشر کا نہیں ہوسکتا، اس کے علاوہ "جن" بھی قرآن کریم سن کر ایمان لائے جیسا کہ سورۂ "جن" میں ہے: "ہم نے عجیب قرآن کریم سنا، جو بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے" (سورۂ جن، ۱-۲)

(فلوریڈا امریکہ کے ایک بہت بڑے ہسپتال میں ڈاکٹر احمد قاضی کے ساتھ مسلمان ڈاکٹروں کی ایک بڑی جماعت نے قرآن کریم سنانے کا تجربہ کیا اور قرآن مجید کا یہ اعجاز دیکھا کہ ہر قسم کے مریضوں کو قرآنی کیسٹ سنائے جانے سے صحت اور سکون حاصل کرنے میں مدد ملی، ان مریضوں میں ہر رنگ ونسل اور ہر مذہب وملت کے لوگ تھے، بلکہ عرب، غیر عرب، مسلم، غیر مسلم سب شامل تھے، یہ اس بات کی دلیل اور ثبوت ہے کہ کلام اللہ میں کوئی ایسا راز ضرور ہے جو کسی اور زبان کی کتاب یا کسی اور بشر کی بات میں نہیں، خواہ وہ نثر ہو یا شاعری کا کوئی بھی انداز ہو)۔

ترتیل کیوں ضروری ہے؟

دراصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت اور عام کتابیں پڑھنے میں بڑا فرق ہے، اس لیے کہ یہ کلام ربانی ہے تو اس کے ظاہری اور باطنی آداب ہیں، ظاہری ادب یہ ہے کہ رک رک کر پورے وقار اور سکون وتواضع کے ساتھ تلاوت کی جائے، اسی کے ساتھ ساتھ حروف کے مخارج اور اعراب کا خاص خیال رکھا جائے، امام سیوطی کا قول ہے کہ قرآن کریم پڑھتے ہوئے ترتیل کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ﴿ورتل القرآن ترتیلا﴾ لہٰذا قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ضروری ہے، امام زرکشی نے بھی البرہان میں اسی پر زور دیا ہے کہ ہر قاری کو قرآن پاک ترتیل سے پڑھنا چاہئے، بیشتر راویان حدیث کا قول ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے ان کو حضور ﷺ کی تلاوت کا انداز تفصیل سے بتائی اور بے حد تعریف کرتے ہوئے بیان کی۔

حضرت انس بن مالک سے حضور ﷺ کی تلاوت قرآن کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے صرف بسم اللہ کا انداز یوں بتایا (اسم جل وعلا شانہ (اللہ) کو مد کے ساتھ، پھر رحمٰن کا میم مد کے ساتھ، پھر رحیم کی ی کھینچ کر پڑھی، اور یہی امام بخاری نے فضائل قرآن میں باب مد القرأۃ میں لکھا ہے، بعض ائمہ کا خیال ہے کہ ترتیل کا ثواب بہت عظیم اور بہت زیادہ اس لیے ہے کہ قرآن مجید کے ہر حرف کی جزاء دس نیکیاں ہوتی ہیں، امام غزالی کی رائے میں اہل عجم کے لیے ترتیل پسندیدہ ہے، کہ یہ انداز قرآن مجید کی شان وعظمت واحترام کا جلد بازی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کے مقابلے میں قاری کے دل پر زیادہ اثر کریگا۔

خوش الحانی یعنی اچھی آواز میں تلاوت

متفقہ طور پر یہ بات طے ہے کہ خوب سے خوب تر آواز میں تلاوت کی جائے، اس لیے کہ قرآن پاک بلاشبہ اپنا منفرد مقام رکھتا ہے، بلکہ انتہائی حسین کلام ہے، اور اچھی اور خوبصورت آواز پڑھنے اور سننے والے پر زیادہ اثر کرے گی اور دلوں میں کشش پیدا ہوگی جو احساسات کو ہلا کر رکھ دے گی، آواز کے اتار چڑھاؤ میں افراط وتفریط مناسب نہیں، بلکہ کلام الٰہی کے جمال اور وقار کا تقاضا یہی ہے کہ معتدل انداز اختیار کیا جائے، حدیث ابن حبان کے مطابق: (زینوا القرآن باصواتکم) اپنی اچھی آواز سے قرآن کو آراستہ کرو، اس لیے کہ اچھی آواز قرآن کے حسن میں اضافہ کرے گی..... (باقی صفحہ ۹ پر)

استعماری طاقتوں کے گھناؤنے عزائم

از ..... انیس احمد ندوی

کیمونزم کے خلاف ایک طویل جنگ لڑنے کے بعد یورپ کی سامراجی طاقتیں خصوصاً امریکہ اور برطانیہ نے اسلام کے خلاف دوررس اثرات کی حامل ایک طویل سرد جنگ چھیڑ رکھی ہے، روس کے سقوط کے بعد امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور استعماری طاقت ہے جو دنیا میں اپنے استعمار کو بڑھانے کی خاطر نیز اپنے سپر پاور کو سپر امپائر بنانے کی خاطر لاکھوں لاکھ انسانوں کو بے دریغ تہہ تیغ کر رہا ہے، امریکہ نے اپنے استعماری مقاصد کے حصول کے لیے کئی ممالک کو اپنا ہمنوا بنالیا ہے، برطانیہ انہیں ممالک میں سے ایک ہے جو امریکہ کے ناپاک عزائم کی تکمیل میں اس کا ہم مشرب وہمراز ہے، اسی طرح امریکہ نے اپنے مفادات کی خاطر اسرائیل کو لے پالک بچہ بنا رکھا ہے جسے وہ پچاسوں سال سے پالتا نیز جانبداری کے ساتھ طاقت فراہم کرتا رہا ہے۔ نام نہاد دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر چھیڑی گئی اس جنگ کا Mastermind امریکہ ہے یہ اسی کی ذہنی اُپج ہے، اپنے بے پناہ مکروفریب کو استعمال کرتے ہوئے وہ ایک تیر سے دو شکار کر رہا ہے اس کا مقصد اسلامی ممالک کے ذخائر پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ پوری دنیا میں ابھرتی ہوئی (اسلامزم) اسلام بیداری کو کچلنا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو طبقاتی اور مسلکی بنیادوں پر تقسیم کرکے انہیں آپس میں افتراق وانتشار کا شکار کرنا ہے ع

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

خود مغربی دانشور اس بات کا علی الاعلان اعتراف کرتے ہیں کہ یہ دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں بلکہ حقیقتاً استعماریت کے توسیع کی جنگ ہے، ۲۰۰۵ء میں ادب کا نوبل انعام حاصل کرنے والے برطانوی دانشور ہیرالڈ پینٹر نے دسمبر ۲۰۰۵ء کو انعام حاصل کرنے والی تقریب میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ''بش اور بلیئر وہ لوگ ہیں جو صرف اور صرف دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ان کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ اس راہ میں کتنے لوگ مارے جاتے ہیں''

انتونیا جوہاز اپنی نئی کتاب "The Bush Agenda" میں لکھتی ہیں کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی جنگ درحقیقت Corporate Globalisation کو ترقی دینے کے لئے ہے اور آزاد تجارت اس جنگ کا ایک ہتھیار ہے، مصنفہ امریکہ کی اس حکمت عملی کو Peaks Americana سے تعبیر کرتی ہیں جس کا مقصد پوری دنیا میں امریکہ کا فوجی اور معاشی غلبہ حاصل کرنا ہے۔

دنیا کی واحد سپر پاور ہونے کی وجہ سے امریکہ کے پاس عظیم ترین تکنالوجی علوم وفنون اور اسی طرح وسیع پیمانہ پر تباہی والے ہتھیار بڑی مقدار میں موجود ہیں، اس لیے وہ انہی ہتھیاروں کے بل بوتے پر دوسری اور تیسری دنیا کے ممالک پر اپنا اقتدار وتسلط قائم کرنا چاہتا ہے اور اپنے ناپاک وگھناؤنے عزائم کی خاطر ہی اس نے دہشت گردی کو جنم دیا ہے اور اس طرح دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر وہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے اور ایسا دہشت گرد جس کی گردن پر لاکھوں انسانوں کو بدترین سفاکیت وبربریت کے ساتھ قتل کرنے کا جرم ثابت ہوچکا ہے۔

آیئے ہم اسی نقطۂ نظر سے عراق پر امریکہ کے حملہ کا تجزیہ کریں۔ دنیا کے سارے دانشور بشمول میڈیا نیز امریکی عوام خود عراق پر امریکہ کے حملہ کو غیر منطقی اور خارج از استدلال بتاتے ہیں یقیناً آپ کو یاد ہوگا کہ امریکہ کے اس حملہ کے خلاف پوری دنیا میں شدید احتجاجات ہوئے تھے۔ لوگ سڑکوں پر نکل آئے تھے اور انہوں نے اپنے شدید غم وغصہ کا اظہار کیا تھا، غیر جانبداری کے ساتھ محض انسانی بنیادوں پر عراقیوں کے قتل عام کی شدید مذمت کی گئی تھی اور اب بھی کی جارہی ہے لیکن امریکہ عراقیوں کے قتل عام سے باز آیا نہ ہی اس نے اب تک عراق سے فوجیوں کے انخلاء کا ارادہ کیا ہے بلکہ ساڑھے اکیس ہزار مزید افواج مرحلہ وار بھیجنے کا ارادہ کرچکا ہے، جس میں سے ۳۲۰۰ر فوجیوں کا ایک دستہ عراق پہونچ چکا ہے۔

ایک بار پھر پوری دنیا جارج بش کے اس فیصلہ پر شدید ردعمل کا اظہار کررہی ہے بہت سے میڈیا والے کھلم کھلا اس کے خلاف لکھ رہے ہیں لیکن بش کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، وسط مدتی الیکشن میں ان کی پارٹی کو اسی وجہ سے شکست کا منھ دیکھنا پڑا، کہا جاتا ہے امریکی عوام جنگ سے عاجز آچکی ہے، اور عراق کی لڑائی میں مصروف فوجیوں پر کیے گئے زبردست صرفہ کو پسند نہیں کرتی بہت سارے مبصرین عراق پر امریکہ کے حملہ کو احمقانہ عمل قرار دیتے ہیں اور حالیہ Surge یعنی مزید ساڑھے اکیس ہزار فوج بھیجنے کے عمل کو حماقت کے تابوت میں آخری کیل سے تعبیر کیا جارہا ہے لیکن اندازہ یہ ہوتا ہے کہ مبصرین

وناقدین بش انتظامیہ کے خفیہ منصوبوں سے بالکل واقف نہیں اسی طرح CIA دنیا میں کیا اغراض ومقاصد لے کر کام کرتی ہے بہت کم لوگ اس سے واقف ہوتے ہیں، امریکی حکومت کے مقاصد وہداف سے لاعلمی کے باعث بہت سے مغرب نواز بھی امریکہ کے اس طرز عمل کی مذمت کرنے لگتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب یہ بات حقیقت تھی کہ عراق میں WMD (وسیع پیمانہ پر تباہ کن ہتھیار) نہیں تھے تو پھر اسے بہانہ بنا کر امریکہ نے اس پر حملہ کیوں کیا؟ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ کا مقصد درپردہ کچھ اور تھا، امریکہ نے عراق پر اسلحہ کی وجہ سے اور نہ ہی صدام حسین کی وجہ سے حملہ کیا بلکہ اس نے استعماریت کے اعلی اغراض ومقاصد کی خاطر عراق پر حملہ کیا اور اب تک انہیں مقاصد کے صد فیصد حصول کی خاطر وہاں ٹھہرا ہوا ہے، اور مزید افواج بھیج رہا ہے۔

افغانستان وعراق پر امریکہ کا حملہ دنیا بھر میں پھیلتی ہوئی اسلام بیداری کی روح کو فنا کرنے کی طرف ایک اقدام ہے، خواہ وہ افغانستان کے کوہ ودمن میں رہنے والے سخت جان وخودار اسلام پسند افغانی ہوں یا سوڈان کے اسلام پسند نوجوان، چاہے صومالیہ کے مسلمانوں کی اسلام بیداری ہو یا شام ومصر میں بڑھتا ہوا اسلامی رجحان، امریکہ پوری دنیا کے مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی اسلام بیداری کے طوفان کو اپنی طاقت سے ختم کرنے کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کو مسلکی اور طبقاتی اختلافات کی بنیادوں پر قائم دوررس اثرات رکھنے والی افتراق وانتشار کی لڑائی میں الجھا دینا چاہتا ہے خواہ وہ افغانستان کی سنگلاخ وادیاں ہوں یا ایران کی ناہموار مذہبی قیادت، خواہ وہ عراق کی ہموار زمین ہو یا عرب دنیا کی اسلامی حکومتیں، یا پاکستان کے اسلام پسند عوام۔ وہ اب پورے خطہ کے مسلمانوں کو شیعہ سنی اختلافات میں الجھا دینا چاہتا ہے، وہ انگریزی سامراج کی نہایت آزمودہ پالیسی Divide and Rule (پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو) پر عمل کرتے ہوئے انہیں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، وہ پوری دنیا خصوصاً عراق، شام، اردن لبنان، سعودی عرب، پاکستان کے مسلمانوں کو شیعہ سنی نیز اعتدال پسند بمقابلہ شدت پسند مسلمان کی بنیاد پر چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کرکے انہیں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنانا چاہتا ہے، اس تھیوری کے مطابق جب آپ پورے منظر نامہ کو سامنے رکھیں گے تو آپ کو عراق پر حملہ کی گتھی سلجھتی ہوئی نظر آئے گی۔

بلقانائزیشن کا منصوبہ

عراق کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ ۲۰۰۳ء میں حملہ کے فوراً بعد ہی منظر عام پر آگیا تھا، ۲۵ر نومبر ۲۰۰۳ء کے New Yark Three State میں Times کے Solution کے عنوان سے امریکہ کی Council on Foreign Relations کے صدر لیزلی ایچ کلب نے ایک تجزیہ پیش کیا تھا۔ اس میں انہوں نے عراق میں امریکی مفادات پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ لکھا تھا کہ ''موجودہ صورت حال میں عراق کی تاریخی نقص کی اصلاح اس کا واحد حل ہے اور وہ یہ ہے کہ اسے تین ریاستوں میں تقسیم کرنا ہوگا شمال میں کرد، مرکز میں سنی، اور جنوب میں شیعہ''۔

واضح رہے کہ پچھلی صدی کی آٹھویں دہائی میں Oded Yinon نامی اسرائیلی وزارت خارجہ سے وابستہ ایک صیہونی تجزیہ کار نے مسلمانوں کے تعلق سے ایک رپورٹ تیار کی تھی جو چند منصوبوں پر مشتمل تھی اس کا ایک اہم منصوبہ ''بلقانائزیشن آف مسلم سوسائٹی اینڈ کلچر'' تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح بلقان کے مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بانٹ کر ان کی طاقت کو ختم کردیا گیا تھا اسی طرح عرب اور دیگر اسلامی ممالک کو بھی تقسیم کردیا جائے۔

مسلم دنیا میں اپنے انہیں اہداف ومقاصد کے حصول کے لئے امریکہ کے ایک مشہور Think Tank، Riend Corporation ۲۰۰۴ء میں ''دنیا میں امریکی حکمت عملی'' کے عنوان سے ایک رپورٹ تیار کرکے امریکی حکومت کو یہ مشورہ دے چکے ہیں کہ عالم اسلام میں امریکی اہداف کے حصول کے لئے شیعہ سنی نیز عرب غیر عرب اختلافات کو استعمال کیا جانا چاہئے۔

استعماریت کی توسیع کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کو کاٹنے اور بانٹنے کے گھناؤنے مقصد کو لے کر مختلف بہانوں سے امریکہ عراق میں داخل ہوا ہے، عراق کی مدد کا بہانہ، جمہوریت لانے کا بہانہ، WMD کا بہانہ، صدام جو کہ خود ان کا پروردہ تھا اس کی خودسری اور خودمختاری کا بہانہ وغیرہ یہ سب محض اعذار لنگ ہیں، مقصود اول تو شیعہ سنی کی بنیاد پر اسلام کے تقسیم کی نہایت منصوبہ بند حکمت عملی کے ساتھ امریکہ نے عراق اور افغانستان میں اپنا قدم جمایا ہے اور اس نے ماضی میں ایران کی جو بھی مدد کی تھی وہ اصلاً انہیں بنیادوں پر قائم تھی آج بھی ایران کی Intelligentsia امریکی پالیسیوں سے ذہناً وفکراً ہم آہنگ نظر آتی ہے۔

امریکہ کا ایران سے عراقی شیعوں کی مدد کی سخت سودے بازی بھی اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے کیونکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ عراق میں چل رہی سخت طبقاتی منافرت نیز تشدد میں ایران شیعوں کی زبردست مدد کررہا ہے اس طرح لبنان، شام، پاکستان، عراق، اردن اور دیگر اسلامی ممالک کے عوام اپنی اپنی مسلکی برادری کی مدد کو لے کر دو حصوں میں تقسیم ہوجائیں گے اور اسلامی احیاء پرستی کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے گا نتیجتاً اسلامی احیاء کی عالمی تحریک اپنی قوت وطاقت اور اثر کھودیگی۔ یہاں تک

کہ خود ایران ۱۹۷۹ء کے انقلابی نظریات کو بروئے کار لانے میں بری طرح ناکام ہوجائے گا اور جب امریکہ عراق سے انخلاء کرے گا تو اس کا اندیشہ ہے کہ یہ دونوں جماعتیں قوت وطاقت نیز قومی اور مذہبی بالادستی کے لئے آپس میں شدید طریقہ پر گتھم گتھا ہوں گی جس کے اثرات پورے منطقہ بلکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے اور اس طرح امریکہ پوری دنیا میں ابھرتے ہوئے اسلام بیداری کے رجحان کو پچل دے گا اور اسلام پسند امریکہ کو غیظ وغضب کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے خود آپس میں شدت سے دست وگریباں ہوں گے، اس طرح اسلام کے خلاف لوگوں کی نفرت میں اضافہ ہوگا، امریکہ نے بڑی حد تک اپنا مقصد حاصل کرلیا ہے اور اسی لیے اب ایران پر ایٹمی طاقت افزود کرنے کی بناء پر امریکہ کے حملہ کے امکانات بہت کم ہوگئے ہیں بلکہ یہ کہا جارہا ہے کہ امریکہ شیعہ سنی کی اس خلیج کو گہرا کرنے کے لئے ایران سے سودے بازی کرے گا اور اسے یورانیم Develop کرنے کی خفیہ ہری جھنڈی دکھادے گا اور آنے والے دنوں میں نیوکلیائی ایران دوسرے ممالک کے لیے ایک عظیم خطرہ بن جائے گا اور اسی سودے بازی کی خاطر ہی اس نے مزید ساڑھے اکیس ہزار افواج عراق بھیجنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ ایران پر دباؤ بڑھا کر اپنے مقاصد حاصل کرسکے۔

ضرورت ہے امت مسلمہ OIC کے پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے درمیان اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرے تاکہ اسرائیل، امریکہ اور برطانیہ جو کہ اصلاً Axis of Evil (بدی کا محور) ہیں اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہ ہوسکیں اور امت مسلمہ افتراق وانتشار نیز بدامنی وخانہ جنگی کے گہرے کھڈ میں گرنے سے محفوظ ہوجائے۔

☆☆☆☆☆

سالانہ مذاکرۂ علمی

برائے عالمی رابطۂ ادب اسلامی شعبہ ممالک مشرقیہ

عالمی رابطہ ادب اسلامی شعبۂ ممالک مشرقیہ کا ۲۴واں سالانہ مذاکرۂ علمی ہندوستان کی صنعتی راجدھانی ممبئی میں مورخہ ۱۲-۱۳ر صفر ۱۴۲۸ھ مطابق ۳-۴ر مارچ ۲۰۰۷ء بروز سنیچر واتوار منعقد کیا جانا طے کیا گیا ہے، جس کا موضوع ہے:

"مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی تحریروں کا ادبی جائزہ"

(خطبات وخطوط کے خصوصی حوالے سے)

مذاکرۂ علمی کی صدارت عالمی رابطۂ ادب اسلامی کے نائب صدر اور شعبۂ ممالک مشرقیہ کے صدر جناب حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی فرمائیں گے۔ مذاکرۂ علمی میں آپ کی شرکت ہمارے لیے باعث مسرت ہوگی۔ اپنی شرکت اور ممبئی پہونچنے کے پروگرام کی اطلاع رابطہ کے دفتر اور مقامی منتظمین دونوں پتوں پر دے کر مشکور کریں۔

نوٹ: مذاکرۂ علمی کے دوران قیام وطعام کی ذمہ داری منتظمین پر ہوگی۔

والسلام - داعی

(محمد واضح رشید حسنی ندوی)

سکریٹری عالمی رابطۂ ادب اسلامی شعبۂ ممالک مشرقیہ

مذاکرۂ علمی کا مرکزی موضوع

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی تحریروں کا ادبی جائزہ

(خطبات وخطوط کے خصوصی حوالے سے)

ذیلی عناوین بطور مثال: **(الف) خطبات:**

(۱) فن خطابت اور اس کی اہمیت- ہندوستان کی سیاسی تاریخ کے پس منظر میں (۲) مولانا ندویؒ بحیثیت خطیب (۳) مولانا ندویؒ کے خطبات کی نمایاں خصوصیات (۴) دعوتی خطبات (۵) لسانیاتی خطبات (۶) ادبی خصوصیات (۷) جذبات کی صداقت اور اسلوب بیان کی شگفتگی (۸) جرأت وبیباکی (۹) اصلاح امت کے لیے جاں سوزی (۱۰) تعمیر انسانیت کے لیے فکرمندی (۱۱) تعلیم وتعلم اور دینی تعلیم کے لیے فکرمندی۔

(ب) خطوط:

(۱۲) خطوط نویسی کی ادبی حیثیت (۱۳) مولانا ندویؒ کے خطوط کی نمایاں خصوصیات (۱۴) انکسار وتواضع (مولاناؒ کے خطوط کی روشنی میں) (۱۵) مردم شناسی وانسان سازی (۱۶) جرأت مندی واخلاص کی کارفرمائی (۱۷) وطن عزیز کی فلاح وبہبود کے لیے تڑپ (۱۸) علمی وادبی بصیرت (۱۹) علم وتحقیق کی راہ میں ہمت افزائی (۲۰) پوری انسانیت کی خیرخواہی ودردمندی۔

مراسلت کا پتہ	مقام انعقاد کا پتہ
دفتر رابطۂ ادب اسلامی، پوسٹ بکس ۹۳	جناب مولانا محمد مستقیم صاحب اعظمی (کنوینر)
ندوۃ العلماء لکھنؤ-۲۲۶۰۰۷ (یوپی)	معرفت جناب مولانا عمران سعید صاحب ندوی
فون: 2741221-2740151 فیکس: 0522-2741221	۵۲-۵۴، موسیٰ بلڈنگ، نینک پکھاڈی روڈ، بائی کلہ ویسٹ، ممبئی-۱۱
	فون: 022-23006462 فیکس: 23070668 موبائل: 09322291742

عالم اسلام

افغانستان میں امریکی حکمت عملی کی ناکامی

از.....مرزا محمد الیاس، مدیر ہفت روزہ ایشیا، لاہور

ڈونلڈ رمزفیلڈ نے امریکی وزیر دفاع کی حیثیت سے مستعفی ہونے سے ایک ماہ پہلے یہ اعتراف کیا تھا کہ افغانستان کا تعارف مجھے بڑی قوتوں کے قبرستان کے طور پر کرایا گیا تھا، اس کے باوجود امریکی حکومت نے اس قبرستان میں امریکا کے لئے جگہ مختص کرانے کا فیصلہ کیا۔

یہ اعتراف تو ہر جگہ کیا جارہا ہے کہ افغانستان کی حکومت مسلسل زلزلے کی زد میں ہے، طالبان نہ بھی ہوں تو شمالی اتحاد کے متحارب دھڑے ہی اس کے مسلسل حالت نزع میں رہنے کے لیے کافی ہیں، دوسرا اعتراف یہ کیا جارہا ہے کہ غیر ملکی موجودگی دراصل غیر ملکی قبضہ ہے۔ تیسرا اعتراف یہ بھی کیا جارہا ہے کہ افغان قوم غیر ملکی قبضے کو قبول کرنے پر تیار نہیں ہے، وہ اسے مسترد کرتی ہے، امریکا حقائق سے آگاہ ہے، وہ اس کے باوجود یہ تسلیم نہیں کررہا کہ اس کا مشن ناکام ہوچکا ہے، ہم کوشش کریں گے کہ مختصراً اس ناکامی کا حال بیان کرسکیں۔

آپریشن پایدار آزادی: امریکا نے اکتوبر ۲۰۰۱ء میں آپریشن پایدار آزادی (Operation Enduring Freedom) کے نام سے افغانستان پر حملہ کیا تو اس نے اپنے بڑے بڑے مقاصد یوں بیان کیے تھے: ۱۔ اسامہ بن لادن کی گرفتاری یا موت، ۲۔ القاعدہ نیٹ ورک کا مکمل خاتمہ، ۳۔ طالبان حکومت کا خاتمہ، ۴۔ مرکزی حکومت کا قیام۔

امریکا کے ان چار معلوم مقاصد کے علاوہ وسط ایشیا میں توانائی کے ذخائر تک رسائی، امریکا، بھارت اور افغانستان اسٹرے ٹیجک کولیشن کا قیام، چین کے خلاف اقدامات کے لیے درکار حالات کی تیاری، اور پاکستان کو افغانستان مسئلے سے الگ تھلگ کرنا بھی اس کی حکمت عملی کا حصہ تھے، ایران کے ساتھ مستقبل میں کیا کرنا ہے، پاکستان کے ایٹمی توانائی کے وسائل کے لیے محفوظ راستہ کہاں سے، کدھر ہوسکتا ہے، نیز جنرل پرویز مشرف کے بعد کے حالات کی ممکنہ منصوبہ بندی کس طرح سے کی جاسکتی ہے، یہ بھی اس کے وسیع تر ایجنڈے کا حصہ تھے، ان مقاصد میں افغانستان میں ایک مرکزی حکومت قائم کرنا ضرور شامل تھا، سیاسی استحکام اس ایجنڈے کا حصہ ہی نہیں تھا۔

امریکا اپنے بیان کردہ مقاصد میں کس قدر کامیاب رہا؟ امریکا نے سرکاری طور پر تسلیم کیا ہے کہ وہ افغانستان میں القاعدہ نیٹ ورک کے صرف ۲۵ فی صد کو تباہ کرنے میں کامیاب ہوسکا ہے؟ طالبان کی تباہی کا تناسب ۳۰ فی صد رہا، گویا اس کے اپنے اندازوں کے مطابق القاعدہ نے اپنا ۷۵ فی صد نیٹ ورک اور افرادی قوت بچالی، طالبان اپنے دفاع میں ۷۰ فی صد کامیاب رہے، امریکا کے اعداد وشمار کے اداروں اور پنٹاگان کے مطابق تقریباً ۱۸۰۰ افغان اور عرب مارے گئے، ۵۰۰ افغان اور عرب مجاہدوں کو پکڑ کر گوانتاناموبے بھیج دیا گیا، شمالی اتحاد کے ہاتھوں بہت بڑی تعداد میں وہ پاکستانی مارے گئے جو شریعت محمدی تحریک کے کہنے پر افغانستان گئے تھے، شمالی اتحاد کے ہاتھوں مارے جانے والوں میں دوسری بڑی تعداد ازبک باشندوں کی تھی، طالبان کا قتل عام شمالی اتحاد نہ کرسکا، اس کی بڑی وجہ قبائل کے معاملات اور مستقبل میں نئی دشمنیوں سے گریز کے محرکات تھے۔

اس کامیابی یا ناکامی کا دوسرا رخ یہ تھا کہ ملا محمد عمر گرفتار نہ ہوسکے، اسامہ بن لادن کے بارے میں علم نہ ہوسکا، طالبان کی بڑی تعداد پشتون آبادی میں غائب ہوگئی، خود افغان حکومت، اور شمالی اتحاد کے وارلارڈز نے مقامی قبائلی اور سیاسی مصالح کے تحت یہ راستہ کھولا تھا کہ طالبان کمانڈر حکومت کے ساتھ مل جائیں، ہتھیار پھینک کر عام حیثیت اختیار کرلیں یا خاموشی ہی اختیار کرلیں، طالبان نے ان تینوں سہولتوں سے فائدہ اٹھایا اور پشتون آبادی میں ضم ہوگئے۔

امریکا کا کہنا ہے کہ اس معرکے میں جو دو ماہ جاری رہا، طالبان اور القاعدہ کے مارے جانے والے بڑے لیڈروں کی کل تعداد ۱۲ تھی، اس کی واحد کامیابی طالبان حکومت کا خاتمہ تھا، طالبان کا خاتمہ ایک الگ معرکہ تھا جو کامیاب نہ ہوسکا، فوجی ماہرین نے طالبان کے بارے میں اپنے تجزیوں میں ان اسباب کو بیان کیا جو ان کے بچ نکلنے کا باعث ہوئے، ان میں نمایاں یہ تھے:

۱۔ امریکا صف اول کی قیادت پر حملہ کررہا تھا، دوسرے درجے کی قیادت روپوش ہوگئی۔

۲۔ امریکا نے طالبان کی صف میں سے حامی تلاش کرنے پر وقت ضائع کیا، حامی نہ مل سکے، لیکن حالات کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر تحلیل ہونے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔

۳۔ طالبان مخالف گروہوں کو پشتونوں کی مخالفت سے بچنے کی بھی ضرورت تھی، انھوں نے طالبان کو راستہ دیا، نسلی اور قبائلی وابستگیوں نے جو کام کیا امریکا اس کا اندازہ نہ کرسکا۔

۴۔ پہلے دو ماہ کے جنگی معرکے کے بعد امریکا نے تعمیر نو سے انکار کردیا، امریکی حکام نے اعلان کردیا کہ اب دنیا تعمیر نو کرے، اتنی جلدی امریکا کی بے وفائی نے افغان کو یہ پیغام دیا کہ طالبان سے دشمنی درست نہیں۔

۵۔ ایف بی آئی اور سی آئی اے نے طالبان اور القاعدہ کے ۶۰ راہنماؤں کی فہرست تیار کی، ان میں سے صرف ۱۲ گرفتار ہوسکے، یہ گرفتاریاں پاکستان کے تعاون سے ممکن ہوسکیں۔

۶۔ طالبان حکومت کے بعد بھی بم باری شہری ہلاکتوں کا سبب بنتی رہی۔

امریکی آپریشن کی حکمت عملی پر ایک ریسرچ پراجیکٹ کے تحت ایک تجزیہ تیار کیا گیا، اس میں کے. جی. کے ہیرنگ نے لکھا کہ آپریشن پایدار آزادی کامیاب نہ ہوسکا، افغانوں کے دل ودماغ فتح نہ کیے جاسکے، امریکا بارودی سرنگیں بھی صاف نہ کرسکا، طالبان ختم نہ کیے جاسکے، عالمی حمایت میں کمی آئی گئی، جب کہ امریکا نے تمام تر فوجی وسفارتی وسائل استعمال کیے، اس تجزیے میں یہ کہا گیا کہ دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو فوجی ذرائع سے توڑا نہیں جاسکتا۔

شہری ہلاکتیں: مئی ۲۰۰۶ء میں ناٹو اور امریکی طیاروں نے حاجیان کے قریب ایک علاقے پر شدید بم باری کی اور دعویٰ کیا کہ ۵۰ سے زیادہ طالبان مارے گئے ہیں، اس واقعے کو دنیا بھر میں بہت شہرت ملی، ۵۰ طالبان کی ہلاکت ایک بڑی خبر تھی، لیکن اس سے بڑی اصل خبر یہ تھی کہ طالبان کے بجائے عام شہری مارے گئے اور ان کی تعداد ۸۰ سے زیادہ تھی، یہ پنجوائی کا گاؤں تھا، اس جھوٹ کو ذرائع ابلاغ نے بے نقاب کیا، امریکی ذرائع ابلاغ نے طالبان کی ہلاکت کی خبر دی، کینیڈا، برطانیہ اور آسٹریلیا کے ذرائع ابلاغ نے تصاویر جاری کردیں، جن سے صاف پتہ چلتا تھا کہ خواتین اور بچے نشانہ بنے ہیں، افغانستان میں امریکی حکمت عملی کی ناکامی کی ایک بڑی وجہ شہری ہلاکتیں بھی بنی ہیں، ان شہری ہلاکتوں پر ایک رپورٹ کارل کوئیلا نے تیار کی جس میں صرف ۳۰۰ افراد مارے جانے کے برطانوی انٹیلی جنس کے دعوے اور طالبان کی جانب سے ۶۰۰ شہری مارے جانے کے دعوے کا جائزہ لیا گیا، رپورٹ نے ان دونوں دعوؤں کو غلط قرار دیا اور کہا کہ ۱۰۰۰ سے لے کر ۱۳۰۰ شہری ماری گئے۔

شہری ہلاکتوں نے افغان ردعمل کو مزید مشتعل کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور تباہی کے دہانے پر بیٹھے افغانوں کو قبروں میں منتقل کرنے کی حکمت عملی کا ساتھ دینے سے انکار کردیا۔

طالبان کا ظہور ثانی: طالبان نے ۲۰۰۵ء کو اپنے نئے ظہور کا ہدف بنایا تھا، طالبان کا دوبارہ ظہور اس بات کی علامت سمجھا گیا کہ آپریشن پایدار آزادی ناکام ہوچکا ہے، نیوز ویک نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اس کی ٹیم نے غزنی اور اس کے قریبی چھے صوبوں میں کرزئی حکومت کا کوئی نشان بھی نہیں دیکھا، اس ٹیم کو ناٹو کمانڈر کی یہ بات بہت اچھی طرح سے یاد رہی کہ جہاں شاہراہ ختم ہوتی ہے وہاں سے طالبان شروع ہوتے ہیں، دن اتحادی فوجوں اور ناٹو کا ہوتا ہے اور رات طالبان کے اقتدار کے ساتھ آتی ہے، بہت سے ایسے علاقے بھی موجود ہیں جو دن میں بھی امریکی واتحادی فوجوں کے لیے ممنوعہ علاقے کی حیثیت رکھتے ہیں، طالبان نے سیکڑوں بے روزگار نوجوانوں کو بھی بھرتی کرلیا ہے، وہ پانچ ڈالر فی یوم تنخواہ پاتے ہیں اور یہ اچھی خاصی تنخواہ ہے، طالبان کے بارے میں امریکی، برطانوی اور دیگر ذرائع ابلاغ کا کہنا ہے کہ وہ سرمایے سے خالی نہیں ہیں، وہ حامد کرزئی حکومت سے زیادہ مالدار ہیں۔

طالبان کے ظہور ثانی کی ایک وجہ تباہ حالی سے نجات کا نہ ملنا بھی ہے، امریکا کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں پالیسی پلاننگ کے انچارج رچرڈ ہیس، نے ۲۰۰۲ء میں ہی کہہ دیا تھا کہ امریکا اب افغانستان میں تعمیر نو کا کام نہایت ہی محدود پیمانے پر کرے گا اور اس پر سختی سے عمل کرے گا، تعمیر نو کا عالم یہ ہے کہ افغانستان سے کیے جانے والے غیر ملکی امداد کے وعدوں میں سے نصف بھی پورے نہیں ہوسکے۔ عالمی مالیاتی فنڈ کے اعداد وشمار کے مطابق فی افغان ۶۷ ڈالر فی سال امداد دی گئی، جب کہ بوسنیا میں یہ رقم ۲۴۹ ڈالر اور مشرقی تیمور میں ۲۵۶ ڈالر تھی، افغان حکومت ۲۷ ارب ڈالر طلب کررہی ہے، جب کہ اسے بون کانفرنس کے وعدے کے مطابق ۱۵ ارب ڈالر بھی نہیں مل سکے۔

یونوکال (Unocal) کی طالبان سے کش مکش نے بھی یہی پیغام دیا کہ افغان عوام کے لیے امریکی منصوبوں میں مفاد کا پلڑا امریکا کے حق میں

ہی رہے گا، طالبان کے دور میں امریکی تاجروں اور صنعت کاروں نے اپنے دورے کے اختتام پر یہ رپورٹ دی تھی کہ یہاں سرمایہ کاری کا کوئی فائدہ نہیں، ایسا ہی مشورہ سوویت یونین کے آنے سے قبل بھی دیا گیا تھا، اس پر امریکا نے افغانستان کو ایجنڈے سے خارج کردیا تھا، جب امریکا کو سوویت یونین کو افغانستان میں لانے میں کامیابی ملی تو وہاں سرمایہ کاری کا فیصلہ کیا گیا۔

گلبدین حکمت یار کو ایران میں پناہ ملنا اور کمانڈر اسماعیل کے ان سے پرانے گہرے تعلقات افغانستان میں ایک بظاہر نئے اور درحقیقت بہت پرانے عامل (Factor) کی نشان دہی کرتے تھے، کمانڈر اسماعیل خان طالبان کا سب سے کٹر دشمن تھا، امریکا بھی طالبان کا دشمن تھا اور ایران بھی، گویا طالبان دشمن کے دشمن تھے، طالبان کو دشمن کے خلاف استعمال کرنے کا گُر ایرانیوں کو خوب آتا تھا اور انھوں نے اس کا استعمال بھی کیا، یہ بات خالی از دلچسپی نہیں ہوگی کہ جب افغانستان پر حملے کا آغاز ہوا تو وائٹ ہاؤس میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا کہ طالبان اور القاعدہ کے وہاں سے فرار ہونے کے بڑے راستے ایران اور پاکستان ہوں گے، اس لیے پاکستان کو ساتھ ملایا گیا، امریکا کے کہنے پر ایران نے اپنی ۷۰ ہزار فوج افغان سرحد پر لگادیں، امریکا اور ایران کے درمیان رابطے خفیہ طور پر موجود رہے اور طالبان ان کا مشترکہ ہدف رہے، جنیوا، نیویارک اور لندن میں ایسے اجلاس ہوئے جن میں ایران، امریکا، برطانیہ اور اقوام متحدہ کے حکام شرکت کرتے رہے، دشمن کے دشمن سے بھی دشمنی کو پس منظر میں رکھ کر بہت سے کام کیے گئے، سابق برطانوی وزیر خارجہ جیک اسٹرا نے ایران کا ان دنوں دورہ کیا اور امریکی مطالبات پیش کیے۔

امریکا نے کبھی کھل کر ایران پر طالبان کی حمایت کا الزام نہیں لگایا، اس کی وجہ درپردہ رابطے بھی تھے اور یہ حقیقت بھی کہ ایران بھی طالبان کا مخالف ہے، لیکن ایران امریکی حملے کے دنوں میں طالبان حکومت کو تیل دیتا رہا، واشنگٹن پوسٹ نے اس کی خبر شائع کیں، امریکی کمانڈوز تیل کے قافلوں کو تباہ کرتے رہے، اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رابطے بعد میں بھی رہے۔

اس وقت بھی طالبان افغانستان کے مختلف علاقوں میں سرگرم عمل ہیں، ان میں وہ اثرات بھی موجود ہیں جن کی جانب بلمند، زابل، قندھار کے حکام اشارہ کرتے ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ ایران کی انٹیلی جنس کے حکام اور ایرانی فوج کے جرنیل ان علاقوں میں کئی بار دیکھے گئے ہیں، وہ مبینہ طور پر طالبان کمانڈروں کو اسلحہ اور رقم دے کر جاتے ہیں، ایرانیوں کو خوب آتا تھا اور انھوں نے اس کا استعمال بھی کیا، یہ بات خالی از دلچسپی نہیں ہوگی کہ ایران کے دعوؤں کی کبھی تردید کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی ہے۔

طالبان کی سرگرمیاں:

طالبان نے ابتدائی دو سال سکون سے گزارے، انھوں نے ۲۰۰۳ء میں اپنی زندگی کا ثبوت دینے کے لیے موسم گرما کا انتخاب کیا، اس موسم گرما میں انھوں نے ایک نئی حکمت عملی اختیار کی، وہ ۵۰ ارکان تک کے گروہوں میں تقسیم ہوکر حملہ آور ہوتے، انھوں نے امریکی فوج کو آغاز میں نشانہ بنانے کے بجائے افغان فوجوں کے نسبتاً الگ تھلک یونٹوں کو نشانہ بنایا، غیر ملکی این جی اوز کے ایسے مراکز پر حملے کیے جو ان کے خیال میں درپردہ دوسرے کام بھی کررہی تھیں، حملے کے بعد وہ فوری طور پر مختلف سمتوں میں منتشر ہوجاتے۔

ملا محمد عمر نے اس مزاحمت کو منظم کرنے کے لیے ۱۰ رکنی رہبر کونسل بنائی، طالبان کی پانچ آپریشنل زونز بنائے گئے، ہر زون کا ایک کمانڈر مقرر کیا گیا، اس سال یعنی ۲۰۰۶ء میں ان گروہوں نے افغانستان کے جنوب اور مشرق میں، بالخصوص بلمند، قندھار، زابل، غزنی، پکتیا، خوست، کنڑ، لوگر اور نورستان میں کارروائیاں ہی نہیں کیں، بلکہ وہ ان علاقوں میں عملی طور پر موجود رہے، اب صورت حال یہ ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں امریکی اور ناٹو افواج موجود ہیں، اتحادی کمان اب ناٹو کے پاس ہے، چھوٹے شہروں، قصبات اور دیہات میں طالبان کی حکومت قائم ہے، آپریشن میڈوسا، آپریشن ماؤنٹین فیوری اور ایسے ہی کئی آپریشن ناکامی سے دوچار ہوچکے ہیں۔

افغانستان میں امریکی حکمت عملی ناکامی سے دوچار ہے، جب تک افغانستان کو انسانوں کی سرزمین تسلیم نہیں کیا جاتا، وہاں کے بسنے والے غیر ملکی قبضے کے خلاف ایسی ہی جدوجہد کرتے رہیں گے، برطانیہ وہاں سے ناکام ہوکر نکلا تھا، اب ناٹو کا حصہ بن کے گیا ہے اور سمجھتا ہے کہ سیاسی حل کے سوا دوسرا راستہ نہیں ہے، سوویت یونین بکھر گیا اور آج روس کنارے بیٹھا وہی تماشا دیکھ رہا ہے جو اس کی مداخلت کے ایام میں امریکا دیکھ رہا تھا، برزنسکی کے الفاظ میں پنکچ منائی جارہی تھی، طالبان کے دوبارہ ظہور نے مقامی حالات سے قوت پائی ہے اور پنکچ پر آنے والوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ جانے کا راستہ کھلا ہے، ورنہ نتائج اس سے بھی بھیانک ہوں گے۔

(بشکریہ "ترجمان القرآن" لاہور، جنوری ۲۰۰۷ء)

تہذیب مغرب

آخری قسط

انکوی زیشن (The Inquisition) محکمہ تفتیش

کلیسا کی پیشانی پر بدنما داغ

از.....سلمان نسیم ندوی

شمیس اسپین میں کلیسا کا افسر اعلیٰ تھا۔ جوآن ڈی ویلجیو (Juan De Vallejo) اپنی کتاب ''میوریل'' میں لکھتا ہے کہ ''علمائے دین کو پکڑ کر تبلیغ کرنے اوران سے مقدس مذہب کیتھولک اختیار کرانے کے لیے اس نے کچھ لوگوں کو نامزد کیا تھا، ان میں ایک پادری جس کا نام لیون (Leon) تھا خصوصاً قابل ذکر ہے۔ جولوگ اس کے ہتھے چڑھ جاتے تھے چاہے وہ اپنے عقیدے کے کتنے ہی پکے اور مضبوط کیوں نہ ہوتے، چار پانچ روز اس کے رحم وکرم پر گزار کر وہ خود ہی پکارتے ہوئے برآمد ہوتے کہ ہم عیسائی ہونا چاہتے ہیں''۔

شاہ فرڈیننڈ کے ذاتی ''معترف کلیسا'' طور قناطہ کو پوپ نے کلیسا کی روحانی عدالتوں کا محتسب اعلیٰ مقرر کیا۔ اس نے اسپین کے ہر قصبہ اور شہر میں روحانی عدالتیں قائم کردیں اور اٹھائیس نکات پر مشتمل ایک قانونی ضابطے کا بھی اعلان کیا، تعذیب وتعزیر کا یہ ایک انتہائی ظالمانہ قانونی ضابطہ تھا۔

حکومت کے سپاہی اور روحانی عدالتوں کے اہل کار جو عموماً پادری ہوتے مسلمانوں کے گھروں میں گھس جاتے، لوٹ مار کے ساتھ ساتھ عزت وآبرو پر بھی حملے کرتے، تاریخ کی کتب میں اندلس کے مشہور شہر بلنسیہ کے قریب واقع ایک قصبہ کا ذکر ملتا ہے، یہاں کا پادری مسلمان مردوں کو گھروں سے نکال کر قید کردیتا اور گھروں میں جاکر مسلمان خواتین کی جبراً عصمت دری کرتا، نتیجتاً اس قصبے میں بڑی تعداد میں پادری کی طرح نیلی آنکھوں والے بچے پیدا ہوئے۔

جزائر بلیاک میں ۵۰ ہزار مسلمان شہید کئے گئے، تین ہزار بوڑھے، بچے اور عورتیں قیدی بنائی گئیں، پہلے تو ان بوڑھوں، عورتوں اور بچوں سے مسلمانوں کی لاشیں شہر سے باہر پھنکوا کر جلانے کا کام لیا گیا اس کے بعد صلیبی فوج نے جشن فتح منایا جس میں صلیبی روایات اور معمول کے مطابق قتل وغارت، کھلے عام آبروریزی اور ایذا رسانی کے ساتھ ساتھ ایک جدت یعنی نوجوان مسلمان لڑکیوں کا برہنہ ناچ تھا، ۱۶۲۵ء میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ اسپین میں اب کوئی مسلمان باقی نہیں بچا۔

''عمل ایمانی''

روحانی عدالت کی طرف سے سزا سنائے جانے کے بعد مسلمانوں کو صلیب پر زندہ جلائے جانے کی رسم کو ''عمل ایمانی'' کا نام دیا گیا تھا۔

زندہ نذر آتش کیے جانے کے جواز میں انجیل یوحنا کی یہ آیت پیش کی جاتی ''اگر کوئی آدمی میرے مطابق زندگی نہیں گزارتا تو پھر وہ ایک ٹہنی کی مانند پھینکا جاتا ہے جو کہ مرجھا گئی ہے اور لوگ اسے اکٹھا کرلیتے ہیں، آگ میں ڈالتے ہیں اور وہ جل جاتی ہے''۔ (یوحنا باب ۱۵، آیت ۶)

کلیسا کی روحانی عدالت کا اہلکار کیرینا (Carina) اس سزا کے بارے میں کہتا ہے: ''چونکہ آگ میں جلنے کی موت سب سے زیادہ ہولناک ہے اس لیے یہی طریقہ اپنانا پڑا، اگر کوئی اور سزا اس سے بھی زیادہ ہولناک اور اذیتناک ہوتی تو یقیناً وہی تجویز کی جاتی''۔

صلیب پر زندہ جلاتے وقت مسلمانوں کی خوب تذلیل کی جاتی، صلیبی اس پر تھوکتے، کنکریاں مارتے، جب آگ کے شعلے مسلمانوں کے جسم کو لپیٹ میں لے لیتے تو وہ قہقہے لگاتے، اگر کوئی احتجاج کرتا تو اس کو بھی آگ میں جھونک دیا جاتا، الفجارہ علاقہ کے لوگوں نے احتجاج کیا تو پانچ ماہ تک جگہ جگہ خون کی ندیاں بہتی رہیں اور ہر گاؤں مقتل بن گیا، مسلمانوں کے رہنما ابن ابو کو قتل کرکے اس کا سر تین سال کے لیے غرناطہ کے مذبح کے دروازہ پر لٹکا دیا گیا، ایک صلیبی کمانڈر کاؤنٹ آف سیرن نے ایک مسجد کو جس میں پورے ضلع کے مسلمانوں نے اپنی خواتین اور بچوں کو جمع کیا ہوا تھا، بارود سے اُڑا دیا، اگر کوئی مسلمان معافی مانگ لیتا تو بھی اسے ساری عمر کے لیے جیل میں ڈال کر اس کی زندگی موت سے بدتر بنادی جاتی اور اس کے بچے فاقوں سے مرجاتے یا صلیبی انہیں غلام بنالیتے۔

اس رسم (عمل ایمانی) پر اس طرح عمل ہوتا کہ کلیسا کے اہل کار زرق برق لباس پہنے ہوتے، ان کے ہاتھوں میں صلیبیں اور ایسے علم ہوتے جن پر ''انصاف اور رحم'' کے الفاظ لکھے ہوتے، بدقسمت ''مجرم'' ننگے پاؤں، غیر روشن سبز موم بتی ہاتھ میں لیے بڑا ہی گھناؤنا لباس پہنے ہوتا جس پر سرخ صلیب، آگ کے شعلے اور شیطانی شکلیں بنی ہوتیں، مجرم کے ہاتھ سے رسی باندھ کر رسی کا دوسرا سرا اس کی گردن میں باندھ دیا جاتا۔ غیر حاضر مجرموں کے پتلے اور مرے ہوؤں کی

ہڈیاں مجرم قرار دے کر جلوس میں لے جائی جاتیں، اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا کہ مجرم لوگوں کو مخاطب نہ کرسکے اور کہیں بے گناہی کا دعویٰ کرکے ہمدردی نہ پیدا کرلے، منہ کے اندر زبان باندھ دی جاتی یا منہ میں کچھ ٹھونس دیا جاتا۔

معصوم قیدیوں کو نذر آتش کئے جانے کی دلخراش داستان

جب قیدیوں کو آگ میں جلانے کی سزا دی جاتی تو سزا سے دو دن قبل ان معصوموں کو طوق وسلاسل میں جکڑ کر شہر کے تمام بازاروں میں گھمایا جاتا، اردگرد مسلح محافظوں کا گھیرا ہوتا، لوگ اُن کا مذاق اڑاتے، پھبتیاں کستے، غیر انسانی سزا (آگ میں جلانا) دینے سے پہلے قیدیوں کو ذہنی وروحانی کربناک سزائیں دینے میں وہ لطف محسوس کرتے۔ جب بازاروں کا طواف مکمل ہوجاتا تو ان تمام لوگوں کو ایک تنگ وتاریک کوٹھری میں بند کردیا جاتا، یہ بھی نفسیاتی عذاب کا ایک جاں گسل مرحلہ ہوتا تھا۔

جو دن ان معصوموں کو نذر آتش کرنے کے لئے مقرر کیا جاتا اس کی آدھی رات فوجی جنرل اور سربرآوردہ لوگوں کی ایک جماعت پادریوں کی قیادت میں قید خانہ پہونچتی ان کی موجودگی میں ان معصوموں کو یہ اطلاع دیجاتی کہ کل تمہاری زندگی کا سورج غروب ہوجائیگا، دراصل رات کے اس پہر یہ خبر اس لئے سنائی جاتی تھی کہ ایک ہی کمرہ میں اس بڑی تعداد میں وہ لوگ بند ہوتے، موت کی تلوار سر پر لٹکنے کا تصور ان کے ذہن ودماغ پر مسلط رہتا۔ ایسے میں تو نیند کا تصور کیا ہی نہیں جاسکتا، چنانچہ جب ان کے اعصاب جواب دے رہے ہوتے ان کو یہ دھماکہ خیز اطلاع دی جاتی تاکہ ان کی بے بسی اور دہشت کو دیکھ کر درندہ نما انسانوں کی درندگی کو تسکین ہو۔ لیکن جب وہ دیکھتے کہ وہ کس بہادری سے اس خبر کو سن رہے ہیں تو ان کی حیرت کی انتہا نہیں رہتی۔

جب میدان میں لے جانے کا وقت آتا تو ان بے چاروں کے منہ بند کردئے جاتے، ایک خاص لباس جو زرد رنگ کی قمیص ہوتی تھی اور تیل، چربی یا تارکول سے تر ہوتی تھی اور اس پر آدھوں، شیاطین اور مگر مچھ کی تصویریں بنی ہوتی تھی، یہ لباس انہیں لوگوں کے لئے خاص ہوتا تھا جن کو نذر آتش کردیئے جانے کا فیصلہ کیا جاتا تھا، اُن قیدیوں کو یہ لباس پہنا دیا جاتا، سروں پر بھی اسی طرح کے ٹوپے ڈال دئے جاتے۔ ان کے پیچھے دوسرے قیدیوں کا قافلہ ہوتا تھا تاکہ اپنے بھائیوں کی اس اذیت ناک موت کو دیکھ کر اپنی متوقع سزا کے انتظار میں موت سے پہلے یہ بھی سوسو بار موت کا مزہ چکھیں۔

۶ر بجے صبح قیدیوں کو میدان لے جایا جاتا، وہاں پر مشاہدین دورویہ کھڑے ہوتے، میدان کے وسط میں ایک وسیع دسترخوان پھیلا ہوا ہوتا جس پر انواع واقسام کے لذیذ کھانے چنے ہوئے اور شراب وکباب سجے ہوئے ہوتے، قیدیوں کو دسترخوان پر بیٹھنے اور آخری بار کھانے کا حکم دیا جاتا، اس عمل کے ذریعہ ایک طرف وہ عوام کو یہ دھوکہ دیتے کہ وہ قیدیوں، مجرموں اور غلاموں کا کتنا خیال رکھتے ہیں اور دوسری طرف ان قیدیوں کا مذاق اُڑاتے کہ تختۂ دار پر کس کو کھانے کی خواہش ہوتی ہے؟

اس مذاق کا بدترین پہلو یہ تھا کہ اُسی دسترخوان کے پاس ایک دوسری میز سجی ہوئی رہتی تھی جس پر ایسی آہنی زنجیریں پڑی رہتی تھیں جو چند لمحوں کے بعد ان بیچاروں کے گلے کا ہار بننے والی ہوتیں، اور ایسی لکڑیاں پڑی ہوئی ہوتیں جو اسی طرح قیدی کے منہ میں پہنائی جاتی تھی جس طرح گھوڑے کو لگام۔

جب انکویزیشن کے اہل کار جلاد کو اشارہ کرتے تو وہ قیدیوں کو خود سے گلے میں زنجیر اور منہ میں لگام پہننے کا حکم سناتا، اس وقت حکام، مذہبی رہنما، جج، پولیس کے اعلیٰ وادنیٰ عہدیدار اور ہزاروں مشاہدین ان معصوموں کی بے بسی اور لاچاری پر دلوں میں سرد لہر سی اترتی ہوئی محسوس کرتے۔

سزا کی تنفیذ سے پہلے کلیسا اور انکویزیشن کا سب سے بڑا پادری آگے بڑھتا اور بادشاہ کو حکم دیتا کہ وہ درج ذیل الفاظ میں حلف اٹھائے اور اس پر قائم رہنے کی قسمیں کھائے، بادشاہ اس پادری کے کہے ہوئے الفاظ کو دہراتا چلا جاتا:

☆ میں قسم کھاتا ہوں کہ ہمیشہ انکویزیشن کا وفادار رہونگا، اور اس کی نصرت وحمایت کرونگا۔

☆ میں حلف اٹھاتا ہوں کہ انکویزیشن جو کچھ کررہا ہے وہ رومانی کلیسا کے عین مطابق ہے، اور یہ کہ وہ ہمارے مدنی قانون جس کا مقصد شہر کو کافروں اور مرتدوں (مسلمان) سے پاک کرنا ہے، اس کے مطابق ہے۔

حلف اٹھانے کی یہ رسم کافی دیر تک جاری رہتی، اخیر میں یہ رسم پادری کے ان الفاظ پر ختم ہوتی: ''جہاں پناہ جب تک کلیسا کے احکام کے تابع اور اس کی تنفیذ کرتے رہیں ان کا اقبال بلند رہے''۔

اس کے بعد ایک طویل القامت، عظیم الجثہ، بلند آواز شخص میدان میں آتا اور عدالت کا فیصلہ سناتا، پھر انکویزیشن کا افسر اعلیٰ ان قیدیوں کو مغفرت نامے تقسیم کرتا۔

آتش گاہ میں چار ستون ہوا کرتے اور کبھی کبھی ایک ہی ستون ہوتا یا درخت کا بلند تنا ہوتا جس کے اردگرد لکڑیوں کا ایک پہاڑ بنادیا جاتا، اس کے بیچ میں سے وہ ستون آسمان کی طرف نکلا ہوا ہوتا تھا، قیدی کی گردن موٹی رسی سے ستون میں باندھ دی جاتی، جلاد اس رسی کو کھینچتا تاکہ قیدی گلا گھٹنے سے ہی مرجائے اور آگ کی اذیت سے بچ جائے، اپنی دانست میں وہ اس پر احسان

کر رہا ہوتا تھا، لیکن یہ احسان بھی ان قیدیوں کے لئے اتنا روح فرسا ہوتا تھا کہ وہ جلاد سے گذارش کرتا کہ رسی اس کی گردن میں نہیں بلکہ پیٹ میں باندھی جائے اور اس کو آگ میں جلا کر ہی مارا جائے۔ اس کے بعد ایک پادری ہاتھ میں صلیب لئے ہوئے آگے بڑھ کر اس کو بوسہ دیتا، جب پادری اپنے رسوم مکمل کر لیتا تب اچانک آتش گیر مادے کو شعلہ دکھا دیا جاتا اور جنگل کی آگ کی طرح قیدیوں کے اردگرد آگ پھیل جاتی اور شعلے ان کو نگلنا شروع کر دیتے، جہاں ایک طرف جلنے والے بدنصیبوں کی چیخ و پکار سے آسمان گونج رہا ہوتا اور دل پھٹے جاتے، انسانیت اس درندگی پر شرمسار نظر آتی، وہیں پر انکویزیشن کے اہلکار اور کلیسا کے سنگدل پادری خوشی سے نعرہ لگاتے، اس موقع پر کلیسا کے جاسوس پادری مجمع میں گھس جاتے، ایک ایک چہرے کو غور سے دیکھتے کہ کس چہرہ پر ناگواری کے اثرات ہیں، ان کی تمام حسیں بیدار ہو جاتی کہ کس کے منھ سے اف نکلا، کس نے آہ بھری، یا کس نے نفرت کا اظہار کیا ان سب کی فہرست تیار ہوتی جاتی اور قبل اس کے کہ یہ تماشہ اختتام کو پہونچے بدنصیبوں کی ایک بڑی تعداد انکویزیشن کے قید خانوں میں پابند سلاسل کر دی جاتی، ان پادریوں کے چہرے کھلے ہوئے ہوتے، آخر ایسا کیوں نہیں ہوتا، آدم خور کو اس کا شکار مل چکا تھا، ایک نئے تماشے کا انتظام جو ہو چکا تھا۔

کلیسا کی طاقت کا راز

یہ سوال اہم ہے کہ کلیسا اور پاپاؤں کو یہ طاقت کہاں سے حاصل ہو گئی؟

اس طاقت کے سرچشمہ کی تلاش میں ہم جوں جوں آگے بڑھتے ہیں اس سے اندازہ ہوتا جاتا ہے کہ کس طرح حضرت مسیحؑ کے پیروؤں نے مذہب کا نام لے کر مذہب کا ناجائز فائدہ اور بنی نوع انسانی کی طاقت، صلاحیت اور اس کی انسانیت کا استحصال کیا، اس پر ڈاکہ ڈال کر اپنی حرص و آز کی تسکین کرتے رہے۔ صلیبی جنگیں اس حقیقت کا منھ بولتا ثبوت ہیں جن کی آگ بھڑکا بھڑکا کر پاپاؤں نے دین مسیح سے زیادہ اپنی طاقت میں اضافہ کیا جس کے مقابلہ میں داستان فرعونیت ہیچ معلوم ہونے لگی، تاریخ بتاتی ہے کہ اہل کلیسا سادہ لوح عوام کو صلیبی جنگوں کے لئے دین کی حفاظت سے زیادہ اپنا جیب دامن بھرنے کے لئے ابھارتے تھے۔

مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن (معارف۔ جلد: ۴۳ شمارہ: ۴۶۵) نے اپنے مضمون ''صلیبی جنگیں'' میں کلیسا کی اس بے لگام طاقت پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: ''یہ لڑائیاں (صلیبی جنگیں) یورپ ہی کے اشتعال دلانے پر چھیڑی گئیں، اس کی ہر آواز پر یورپ آمنا وصدقنا کہتا رہا، صلیبی فوجیں اسی کے حکم کی تعمیل میں روانہ ہوتی رہیں، صلیبیوں کی فوج اسی کی فوج سمجھی جاتی، اس سے پاپائی طاقت میں اضافہ ہوا کہ یورپ کے حکمراں اس سے خوفزدہ رہنے لگے، پوپ کی طاقت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ فرانس کا بادشاہ سینٹ لوئی اپنے ملک فرانس میں تو مقبول رہا مگر پوپ اس سے پانچویں جنگ صلیبی میں خفا ہوا تو اس کو اور اس کے قلمرو نیپلز کو کلیسا کے دائرۂ اثر سے خارج کر دیا، فریڈرک اور پوپ دونوں کے جانشینوں میں سخت اختلاف رہا، فریڈرک نے تو یہ آواز بلند کی کہ زمانہ کی ساری خرابیاں اہل کلیسا کے غرور اور دولت کی وجہ سے ہیں، اس کی اس رائے سے یورپ کے اور حکمران بھی متاثر ہوئے۔ (آؤٹ لائن آف ہسٹری، از، اچ، جی، ویلس ص: ۶۶۰)

کلیساؤں کے غرور کی وجہ یہ بھی تھی کہ صلیبی لڑائیوں کے زمانہ میں وہ یورپ کے ہر ملک کی سیاست میں اثر انداز ہونے لگے تھے، مغربی یورپ کے ہر ملک کے کلیسائی نظام میں پوپ مقتدر اعلیٰ قرار دے دیا گیا تھا، اس کے احکام کو حکومت بھی تسلیم کرنے لگی، جس سے آگے چل کر حکومت اور کلیسا میں بڑی آویزش ہوتی گئی.....

صلیبی لڑائیوں کے زمانہ میں اہل کلیسا کا اثر اس لحاظ سے بھی بڑھا کہ جو لوگ صلیبی جنگ میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہوتے تھے تو وہ ان ہی کے حکم کے پابند رہتے تھے اور جو صلیبی جنگ میں جانے کا وعدہ ہی کر کے اس میں شرکت کرنے سے گریز کرتے تو ان کے نزدیک معتوب ہو جاتے تھے۔

ان کلیساؤں کو ان لڑائیوں کے زمانہ میں متموّل ہونے کا بھی موقع ملا، پوپ نے تو ''صلاح الدین ٹیکس'' کی طرح عشر بھی عائد کر رکھا تھا، صلیبیوں کے پاس جنگ میں شریک ہونے کے لئے سرمایہ نہ ہوتا تو وہ اپنی زمین، جائداد اور اثاثہ فروخت کر دیتے، ان کو زیادہ تر کلیسا کی طرف سے خرید لیا جاتا یا تو خود پادری انفرادی طور پر خرید لیتے، جو لوگ بوڑھے، یا جنگ میں شریک ہونے سے معذور ہوتے تو وہ شرکت سے بچنے کی خاطر اپنا اثاثہ کلیسا کے حوالہ کر دیتے، اس طرح کلیسا اور پادریوں کے پاس بڑی دولت جمع ہو گئی، جس زمین اور جائداد پر ان کا قبضہ ہو جاتا وہ برابر ان ہی کے پاس رہتی، ان کی بڑھتی ہوئی دولت کا بُرا ردّعمل ہوا اور کلیسائی نظام میں ریفارمیشن کی جو تحریک چلی اس میں ان کلیساؤں کا متموّل ہونا بھی تھا، اس کے ساتھ ہی ساتھ مذہب کو ان لڑائیوں میں جس طرح استعمال کیا گیا، مفاد پرستوں کی وجہ سے ان میں جو ناکامیاں اور ہولناکیاں ہوئیں، اس سے بھی ایک طبقہ میں بڑا تکدّر پیدا ہوا، جس سے بھی یورپ کے ریفارمیشن کی تحریک میں بڑی مدد ملی۔ (مزید تفصیل کے لئے دیکھو ''کریسیڈ از آرچر اینڈ کنکسفورڈ۔ ص: ۳۴۔۴۳۲ اور تمدّن عرب از موسیو لیبا، ص: ۳۰۸۔۳۰۷)

کلیسا نے انجیل کی تفسیر اور فتویٰ دہی کا حق اپنے پاس رکھ کر دوسرے تمام لوگوں کی عقلی و فکری سرگرمیوں پر پابندی لگا دی تھی، اس نے عوام و علماء کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ کلیسا کے ہر غیر معقول قول کو بھی تسلیم کریں، کلیسا نے نجات کا ٹکٹ، کامیابی کی دستاویز اور پروانۂ مغفرت دینے کا حق اپنے لئے محفوظ کرا لیا، انہی کارروائیوں نے راہبوں اور پادریوں کو مسیحی عوام کے نزدیک 'خدا' اور مالک و مختار بنا دیا، وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ راہب اور پادری عالم لاہوت کے شائق اور پاکیزگی کے مرقع ہیں، لیکن بقول 'موسیو اتین دینیہ':

''ان انسانی واسطوں کے سبب تاریخ میں اکثر بلائیں، بلکہ خونریزیاں اور سفاکیاں وجود میں آئیں، جن کا تعلق خاندانوں سے بھی تھا اور اقوام و ملل سے بھی اور ستم ظریفی یہ کہ یہ سب خدا کے نام پر کیا گیا'' (مسیحیت: علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں، ص: ۱۵۳)۔

کلیسا کے ظلم و ستم کی داستان طویل ہے، قسط وار مضامین قارئین کے لئے بوجھل ہوتے ہیں اس لئے اس سلسلہ کو اس عزم کے ساتھ یہاں روکتے ہیں کہ اگر توفیق الٰہی شامل حال رہی تو آئندہ ان گوشوں پر روشنی ڈالی جائیگی جن پر متعصب مؤرخین کے تعصب و تنگ نظری کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں اور وہ ہمیشہ اسلامی فتوحات اور مسلمانوں کی مہمات کو اپنے زور قلم کا نشانہ بناتے ہیں، ان صفحات کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل گئی ہوگی کہ اہل کلیسا اور ''تارک الدنیا راہبوں'' کا طرز عمل جب اتنا وحشتناک تھا تو ظالم و جابر حکام و سلاطین نے بنی نوع انساں پر کیسے کیسے مظالم ڈھائے ہونگے، لیکن طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جن کو اسلامی فتوحات میں تنکے بھی نظر آ جاتے ہیں انہیں اپنی شہتیر نظر نہیں آتی، یہاں علّامہ سید سلیمان ندویؒ کا یہ اقتباس دلچسپی کا سامان فراہم کرے گا:

''اسلام کی تلوار ابی سینا میں کبھی نہیں چمکی، پھر وہاں مسلمانوں کی تعداد کہاں سے آئی؟ جزائر ملایا و سیام اسلام نے کبھی کوئی لشکر نہیں بھیجا پھر یہ کروڑوں مسلمان ان جزیروں میں کہاں سے آباد ہو گئے؟ فلپائن اور مڈگاسکر وغیرہ جزیروں میں اسلام کس کشور کشا جلاد کے خوف کا نتیجہ ہے؟ چین میں مسلمانوں کی حکومت کبھی نہیں ہوئی، پھر وہاں کروڑوں مسلمان کس تلوار کے زور سے بنائے گئے؟ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ان کی حکومت ختم ہونے کے بعد بھی تین چار کروڑ سے زیادہ نہیں تھی جیسا کہ پہلی مردم شماری میں درج ہے، مگر سو برس کے عرصہ میں ان کا بے تلوار کے دس کروڑ کے قریب ہو جانا کس مادی ہیبت کا نتیجہ ہے؟ پھر آج یورپ کے مختلف ملکوں اور گوشوں میں اسلام کی نموداری جب کہ اس کی تلوار زنگ آلود ہو چکی ہے، کس اعجاز کا کرشمہ ہے؟ افریقہ کے ریگستان کے ہر ٹکڑے میں آج عیسائیت تلوار کے زور سے قائم ہے، تاہم روحانی مفتوحوں کی بڑی تعداد عیسائیت کے بجائے اسلام کی آغوش میں آتی ہے، کیونکہ اسلام افریقہ کو ایمان کی تازگی کے ساتھ حکومت کی آزادی بھی بخشتا ہے، لیکن عیسائیت تثلیث کی بت پرستی کے ساتھ یورپ کا غلام بناتی ہے''۔

عالمی برادری سے چند سوالات:

☆ کیا مسیحیوں کے درمیان کبھی وہ ''رواداری'' پائی گئی جس کا وہ اکثر نام لیا کرتے ہیں؟ بلکہ عوام کے علاوہ خود علمائے مسیحیت کے درمیان کبھی رواداری پائی گئی ہے؟ اس صورت میں پھر مسیحی رواداری کا کیوں اعلان اور دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ ان کی تاریخ اس چیز سے کبھی واقف نہیں رہی ہے، پھر اس پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ مسیحی سچ مچ حق اور عالمی امن کی خاطر ''رواداری'' کا نام لے رہے ہیں۔

☆ تاریخ راوی ہے کہ اہل کلیسا نے یہ جو کچھ کیا دین سمجھ کر کیا، کیا اہل کلیسا حضرت مسیحؑ کی تعلیمات سے اس کا کوئی ثبوت فراہم کر سکتے ہیں؟

☆ شاید اس ظلم و بربریت میں یہ چیز بھی معاون ہو کہ عیسائیت میں جنگ و جدال اور قید و بند کی تعلیمات سرے سے مفقود ہیں، کیا ایسا دین عالمی دین بننے کی صلاحیت رکھتا ہے؟

☆ اگر اہل کلیسا کو دوبارہ عالمی قیادت کا موقع فراہم کر دیا گیا تو اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ انکویزیشن کی تاریخ نہیں دوہرائیں گے؟

☆ آج بہت سے جیلوں اور قید خانوں کی جو رپورٹیں موصول ہو رہی ہیں کیا وہ انکویزیشن کا امتداد تو نہیں ہیں؟

☆ یہودیوں اور عیسائیوں کی استعماری مہمات میں کامیابیاں انکویزیشن کے خطرات کی گھنٹی بجا رہی ہے، کیا دنیا کے تمام مذاہب والے خطرہ کی لٹکتی ہوئی تلوار کو توڑنے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے؟

مراجع:

۱۔ مذابح وجرائم محاكم التفتيش في الأندلس۔ محمد علی قطب، مکتبۃ القرآن: ۱۴۰۶ھ۔

۲۔ قادة الغرب يقولون: دمّروا الاسلام وأبيدو أهله۔ جلال العالم، دار الاعتصام۔

۳۔ اسلام اور مذاہب عالم: تقابلی مطالعہ۔ محمد مظہر الدین صدیقی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع پنجم ۱۹۸۶۔

۴۔ دائرۃ المعارف حیدرآباد (اردو) (مختلف جلدیں)

۵۔ جریدہ، پاکستان، نمبر ۳۲ جلد چہارم، اشاعت: ۲۰۰۵ء

۶۔ مسیحیت: علمی اور تاریخی حقائق کی روشنی میں۔ متولی یوسف چلپی، ترجمہ: مولوی شمس تبریز خاں۔

۷۔ کلیسا اور آگ۔ نسیم حجازی، ادبی دنیا مٹیا محل، دہلی۔

۸۔ الجہاد في الاسلام۔ ابو الاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، بار پنجم ۱۹۸۸ء۔

۹۔ ماہنامہ 'معارف' اعظم گڈھ۔ مئی ۱۹۸۰ء، مارچ ۱۹۸۳ء۔ جنوری ۱۹۸۸ء

۱۰۔ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ۔ چودھری غلام رسول، ایم۔ اے

۱۱۔ (مقالات سلیمانی۔ مرتبہ: شاہ معین الدین احمد ندویؒ۔ طباعت: ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹۶۸ء۔ مطبع معارف اعظم گڈھ)

☆☆☆☆☆

روداد

روداد ۱۹؍واں اجلاس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

منعقدہ ۱۰، ۱۱، ۱۲؍جنوری ۲۰۰۷ء - بمقام: مدراس، چنئی

از: ..... محمود حسن حسنی ندوی

جناب مولانا محمود حسن حسنی ندوی رفیق سفر صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (مدظلہ) نے اس اہم اجلاس کے پل پل کی مفصل روداد کو قلمبند کیا تھا، جس کی تلخیص محمد جاوید اختر ندوی (شعبۂ تدریب علمی) کے قلم سے پیش ہے، ادارہ دونوں حضرات کا مشکور ہے۔

حقوق کی بازیابی کی کوشش ایک آئینی حق ہے

مورخہ ۱۰، ۱۱، ۱۲؍جنوری ۲۰۰۷ء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ۱۹؍واں اجلاس ہندوستان کے معروف صنعتی اور علمی شہر مدراس کے حج ہاؤس میں منعقد ہوا، اجلاس سے ایک روز قبل پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے صدر بورڈ، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے فرمایا کہ:

''ہمارا ملک مختلف مذاہب، طبقات اور جماعتوں کا گہوارہ ہے، ملک کا دستور تمام مذاہب کو اپنی اپنی تعلیمات پر پوری آزادی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی اجازت دیتا ہے، جس کی وجہ سے اس ملک میں باہمی اخوت ومحبت اور ہمدردی وغمگساری کی فضا عام ہے، بورڈ کا مقصد قیام ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے مذہبی اور عائلی زندگی میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، اور شریعت اسلامی کے سلسلہ میں غلط فہمیوں کو دور کر کے اپنے جائز حقوق کی حصولیابی کے لئے آواز بلند کی جائے، اس لئے کہ اپنے حقوق کی بازیابی کی کوشش ہمارا آئینی اور دستوری حق ہے''۔

جنرل سکریٹری جناب مولانا نظام الدین صاحب نے کہا کہ بورڈ نے ۲۳ سالہ مدت میں امت مسلمہ ہندیہ کے مسائل ومشکلات کی گتھیوں کو سلجھانے میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا ہے، ترجیحی کاموں میں ''سماج سدھار'' کا کام بڑا اہم ہے تاکہ معاشرہ میں اونچ نیچ کو ختم کیا جائے، جہیز کی رسم بد کو مٹایا جائے، اور میراث میں لڑکوں کیساتھ لڑکیوں کو بھی ان کا حق دلایا جائے۔

نائب سکریٹری جناب عبدالرحیم قریشی نے بورڈ کے مقاصد، دائرہ کار اور نمایاں خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اور صحافیوں کے سوالات کے جواب بھی دیے۔

صدر مجلس استقبالیہ جناب ملک محمد ہاشم صاحب نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اس موقع پر امیر شریعت کرناٹک مفتی اشرف علی باقوی، قاری محمد قاسم انصاری، اور جناب سلیمان سکندر بھی موجود تھے۔

اسلامی پرسنل لا خدائی احکام کے مطابق ہے اس میں کوئی تغیر قابل قبول نہیں

۱۰؍جنوری بروز بدھ بورڈ کا ۱۹؍واں اجلاس پورے آب وتاب کے ساتھ صبح دس بجے شروع ہوا، صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے خطبۂ صدارت (جو تعمیر حیات ۱۰؍جنوری کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے) پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''بورڈ کا یہ عمومی اجلاس مختلف اسباب کی بنا پر تاخیر سے منعقد ہو رہا ہے، اور یہ متعدد حیثیتوں سے اہمیت کا حامل ہے، یہ بورڈ ہندوستانی مسلمانوں کا ایک ایسا مشترکہ ادارہ ہے، جو اس ملک میں شریعت اسلامی کی حفاظت کا کام ملت کی متحدہ تنظیم کی حیثیت سے کر رہا ہے، بورڈ کے ترجیحی کاموں میں بابری مسجد کا مسئلہ ابھی زیر عدالت ہے، اصلاح معاشرہ کے کام کو پورے ملک میں پھیلانے کی ضرورت ہے، دارالقضاء کا نظام بھی بڑی تیزی کیساتھ پھیل رہا ہے، الحمدللہ اس کے لیے کوششیں ہو رہی ہیں''۔

صدر بورڈ نے اپنے جامع اور فکر انگیز خطبہ میں شریعت اسلامی کی خوبی کو عیاں کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی شریعت آسمانی احکام پر مشتمل ہے، اس میں فطرت انسانی کا بھرپور خیال رکھا گیا ہے، اور ہر جماعت کو پورا حق اور تحفظ فراہم کیا گیا ہے، اسلامی شریعت کا صحیح مطالعہ کئے بغیر جو لوگ تنقید وتبصرہ کرتے ہیں یہ ان کی ناواقفیت، کسی کی ذاتی کمزوری اور غلطی کو لے کر اسلام کے متعلق مخالفانہ تبصرہ غلط بات ہے، جب کہ اسلام تمام انسانیت کی فلاح وبہبود کا مذہب ہے، اور اس نے اس کے لیے بڑے باعزت اصول مقرر کئے ہیں،

عورتوں کو جو حقوق اسلام نے عطا کیا ہے اس کی کسی بھی مذہب یا ملک کی آئین میں نظیر نہیں پائی جاتی، اخیر میں صدر محترم نے کہا کہ الحمدللہ بورڈ اب بھی ملت اسلامیہ ہندیہ کا مشترکہ اعلیٰ پلیٹ فارم ہے، اس کے ارکان مختلف مسلک، گروہ، جماعت کے سرکردہ افراد ہیں، سب مل جل کر فیصلہ کرتے ہیں، اس کے اتحاد میں کوئی کمی نہیں ہے۔

جنرل سکریٹری بورڈ نے شکریہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے دو محاذ ہیں ایک باہر کا، دوسرے اندر کا، میڈیا چھوٹے واقعے کو بڑا بنا کر پیش کرتا اور اسلام کی شبیہ بگاڑنا چاہتا ہے، اس سے امت کی حفاظت ہمارا بڑا مقصد ہے، اور خود مسلمانوں کے اندر جو شریعت سے انحراف پایا جاتا ہے اس پر بھی نظر رکھنی ہے۔

نائب صدر بورڈ مولانا سراج الحسن صاحب نے کہا کہ ہمیں متحد رہتے ہوئے اپنی اصلاح کی فکر کیساتھ ملت کے لئے کام کرنا ہے، مہمان خصوصی جناب کے رحمٰن ڈپٹی اسپیکر راجیہ سبھا نے کہا کہ مسلم پرسنل لا آج کے تاریک دور میں سب سے زیادہ روشن کرن ہے۔

اجلاس کا آغاز قاری محمد قاسم انصاری صاحب کی تلاوت سے ہوا، جناب ملک محمد ہاشم صاحب نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا، اور یہ یقین دلایا کہ ریاست تامل ناڈو کے تمام مسلمان پرسنل لا بورڈ کے ساتھ ہیں جب کہ جناب عبدالرحیم قریشی صاحب نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔

۱۱؍جنوری کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کو تمام ممبران نے بالاتفاق صدر منتخب کرلیا، اس انتخابی نشست میں مولانا مدظلہ بذات خود موجود نہیں تھے، اگلی نشست میں مولانا نے ممبران کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ یہ ضروری نہیں کہ سابق صدر ہی کو دوبارہ منتخب کرلیا جائے، آپ حضرات حسن کارکردگی کی بنیاد پر جس کو موزوں سمجھتے منتخب کرتے، مزید کہا کہ بورڈ چونکہ مختلف مسالک، اور جماعتوں کا نمائندہ ہے اس لئے اس کو غیر جانبدار رہنا چاہئے، ہاں ذاتی رائے کا اظہار ایک بنیادی حق ہے، لیکن بورڈ کی طرف اس کو منسوب نہیں کرنا چاہئے۔

جنرل سکریٹری نے اپنی تفصیلی رپورٹ میں، دارالقضاء، اصلاح معاشرہ، بابری مسجد، لڑکی کو حصہ دیئے جانے کا مسئلہ اور مدرسہ بورڈ کے تعلق سے بورڈ کا نقطۂ نظر پیش کیا، مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کنوینر اصلاح معاشرہ کمیٹی نے صوبائی، علاقائی اور ملکی سطح پر اس کام کی رپورٹ پیش کی، اور کہا کہ اس کے دوررس اثرات مرتب ہو رہے ہیں، جلسوں اور کانفرنسوں کے علاوہ جمعہ کے خطبات بھی اس سلسلہ میں بڑے معاون ومفید ہو سکتے ہیں، اس کے لیے کوششیں ہو رہی ہیں، اور ممبران کو برابر تحریک کی جا رہی ہے۔

اس اجلاس میں نکاح رجسٹریشن، بابری مسجد اور وندے ماترم کا مسئلہ گرم رہا، بابری مسجد کے مسئلہ میں حکومت اتر پردیش نے جو وضاحت صدر بورڈ کے سامنے کی، ارکان نے صدر محترم کی زبانی بغور سنا، اور مثبت رویہ اختیار کرنے کی تائید کی، یہ اجلاس انتخابی تھا، صدر بورڈ کا انتخاب ان کی غیر موجودگی میں ہوا، ارکان میں اضافہ کیا گیا، خالی جگہیں پُر کی گئیں، اب یہ تعداد ۲۵۱ ہوگئی ہے۔

۱۲؍جنوری کو اجلاس عام میں خطاب کرتے ہوئے صدر محترم نے فرمایا کہ:

حضرات! یہ اجتماع دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے، آپ سب دین کے نام پر جمع ہوئے ہیں خدا نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ لیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ دین اسلام اور دین والوں کی حفاظت کرے گا، ایک مسلمان کی پوری زندگی دین سے جڑی ہے، یہ اور بات ہے کہ ہم ان باتوں کو نہیں سمجھتے، مسلمانوں کو جو ذلت ورسوائی کا سامنا ہے اس کی وجہ دین سے غفلت وبے توجہی ہے، کتنی قومیں ہیں جب انہوں نے احکام خداوندی کی نافرمانی کی تو ان کو ہلاک کر دیا گیا قرآن اس طرح قصوں کو بیان کر کے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت کرتا ہے، اصلاح معاشرہ کی تحریک کا اہم مقصد یہی ہے کہ ہم دین سے مکمل وابستہ ہو جائیں، مولانا مدظلہ نے مزید کہا کہ:

اسلام میں مرد وعورت کے حقوق مقرر ہیں، زندگی حقوق کی حفاظت سے معتبر بنتی ہے، ہم سب کا فریضہ ہے کہ ہم اللہ ورسول کے احکام وتعلیمات کو معلوم کریں، اور اپنی زندگیوں میں ان کو نافذ کریں، اس سے اچھا معاشرہ قائم ہوگا، ماحول پُرامن ہوگا، دنیا کو روشنی ملے گی اور دین بھی پھیلے گا۔

اس سے قبل مولانا مدظلہ نے آخری نشست میں کہا تھا کہ یہ امت خیر امت ہے صرف اپنی ہی فکر نہیں کرتی ہے، بلکہ دوسروں کی بھی فکر کرتی ہے اور ان کو بھی فائدہ پہونچانا ہے، آخری نشست میں مولانا مدظلہ کے خطاب کے بعد جناب کے اشرف صاحب نے مہمانان، ارکان بورڈ اور معاونین بالخصوص ملک ہاشم صاحب، قاری محمد قاسم صاحب، جناب ٹی رفیق صاحب کے علاوہ صدر بورڈ و جنرل

سکریٹری کا شکریہ ادا کیا۔

اجلاس عام کا آغاز قاری محمد قاسم صاحب کی تلاوت سے ہوا، جناب شمس تبریز صاحب نے نعت پاک سنائی، مفتی اشرف علی باقدی صاحب نے قرآنی آیت ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ کو موضوع بنا کر شریعت کی دائمی تکمیل پر گفتگو فرمائی، مولانا اسرار الحق قاسمی نے قرآن کی تعلیم پر زور دیا اور اسی میں مسائل کا حل بتایا، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے عائلی زندگی کے قوانین اور ان پر اسلام کے عظیم احسانات کا تذکرہ کیا، مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری نے اس شعر سے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اور کہا کہ: یہ حسن اتفاق ہے کہ اسی سرزمین پر حضرت مولانا علی میاں صاحب نوراللہ مرقدہ کا انتخاب عمل میں آیا تھا، اور آج یہیں حضرت مولانا مرحوم کے جانشین مولانا سید محمد رابع حسنی مدظلہ کا انتخاب عمل میں آیا، مسلم پرسنل لا بورڈ کی آج بھی ویسی ہی ضرورت ہے جیسی آج سے تئیس سال پہلے تھی، اس لیے ہمیں پہلے سے کہیں زیادہ بیدار مغز اور فکر مند ہونے کی ضرورت ہے، خدا کرے صدر محترم کی قیادت میں یہ کارواں اپنے مقصد اصلی میں کامیابی کے لیے رواں دواں رہے۔

جلسہ کو مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا حکیم عبداللہ مفتاحی، مولانا سلیمان سکندر اور دیگر حضرات نے خطاب کیا، اس طرح یہ سہ روزہ اجلاس صدر بورڈ کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

تلخیص: محمد جاوید احتر ندوی

ہندوستان اور علم حدیث

تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں

مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی کے زیر اہتمام ۲۰، ۲۱ مارچ ۲۰۰۷ء کو جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ میں ''ہندوستان اور علم حدیث تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں'' کے موضوع پر ایک عالمی سیمینار منعقد ہوگا، موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ وہ مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک موضوع پر مقالہ تحریر فرما کر مرکز کو اطلاع فرمائیں (یاد رہے کہ یہ سیمینار پہلے نومبر ۲۰۰۶ء میں ہونا طے پایا تھا لیکن بعض وجوہ سے اب یہ مارچ ۲۰۰۷ء میں منعقد ہو رہا ہے)۔

مرکزی عناوین بطور نمونہ ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں۔

(۱) کتب حدیث اور ہندوستانی علماء

نمبر شمار	عناوین	نمبر شمار	عناوین
۱	ہندوستان اور علم حدیث تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں	۲	ہندوستان میں صحاح ستہ اور ان کے ساتھ خصوصی اعتناء
۳	بخاری شریف کے ساتھ خصوصی اہتمام	۴	مشکوٰۃ المصابیح کے ساتھ خصوصی اعتناء
۵	غریب الحدیث اور فن اسماء الرجال پر علماء ہند کی خدمات	۶	عربی، اردو، فارسی میں کتب حدیث کی ہیلو گرافی
۷	ہندوستان میں اہم حدیثی مخطوطات کا تعارف		

(۲) خدمت حدیث کی مختلف جہتیں

نمبر شمار	عناوین	نمبر شمار	عناوین
۱	حدیث وفقہ کے درمیان علماء ہند کی تطبیقی کوشش	۲	اصول حدیث کے سلسلہ میں علماء ہند کی خدمات
۳	منکرین حدیث کے اعتراضات اور ہندوستانی علماء	۴	خدمت حدیث کے اہم مراکز
۵	کتب حدیث پر علماء ہند کی شرح وتعلیقات	۶	صوبۂ بہار میں علم حدیث۔ تیرہویں، چودہویں صدی ہجری میں

(۳) مشہور اساتذہ حدیث اور مدرسین

نمبر شمار	عناوین	نمبر شمار	عناوین	نمبر شمار	عناوین
۱	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی	۲	شیخ رفیع الدین دہلوی	۳	شیخ محمد عابد سندی
۴	شیخ محمد اسحاق دہلوی	۵	مولانا مملوک علی نانوتوی	۶	شیخ عبدالغنی دہلوی
۷	مولانا رشید احمد گنگوہی	۸	مولانا محمد قاسم نانوتوی	۹	مولانا احمد علی سہارن پوری
۱۰	مولانا عبدالحی لکھنوی	۱۱	مولانا صدیق حسن خاں قنوجی	۱۲	مولانا نذیر حسین دہلوی اور علم حدیث
۱۳	مولانا محمد بشیر سہسوانی	۱۴	مولانا صفدر اللہ مدراسی	۱۵	مولانا شمس الحق عظیم آبادی
۱۶	مولانا وحید الزماں حیدرآبادی	۱۷	مولانا محمود حسن دیوبندی	۱۸	مولانا خلیل احمد سہارنپوری
۱۹	مولانا انور شاہ کشمیری	۲۰	مولانا طہیر احمد نیموی	۲۱	مولانا حسین احمد مدنی
۲۲	مولانا محمد یوسف کاندھلوی	۲۳	مولانا فخر الدین مرادآبادی	۲۴	مولانا شبیر احمد عثمانی
۲۵	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	۲۶	مولانا ظفر احمد تھانوی	۲۷	مولانا محمد یوسف بنوری
۲۸	مولانا محمد زکریا کاندھلوی	۲۹	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی	۳۰	مولانا عبیداللہ رحمانی
۳۱	مولانا عبدالرحمن مبارک پوری	۳۲	مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی	۳۳	مولانا شاہ حلیم عطا سیوانی
۳۴	علامہ شبلی نعمانی	۳۵	شیخ حسین یمانی	۳۶	مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی
۳۷	مولانا ابوالحسن ندوی	۳۸	شیخ قطب الحدیٰ بریلوی	۳۹	شیخ محمد اسماعیل شہید
۴۰	مولانا مناظر احسن گیلانی	۴۱	علامہ سید سلیمان ندوی کے حدیثی افادات	۴۲	مولانا اشرف علی تھانوی
۴۳	مولانا عبدالحی حسنی				

مراسلت کا پتہ: مجلس منتظمہ برائے مذاکرۂ علمی مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی للبحوث والدراسات الاسلامیہ، جامعہ اسلامیہ مظفر پور، اعظم گڑھ

Ph. : 9450876465
9450740864
9450740860

رپورٹ

جامعہ سید احمد شہید میں ہونے والے تعلیمی سیمینار کی ایک رپورٹ

از ..... محمد اعظم جمشید پوری

جامعہ سید احمد شہیدؒ کٹولی، ملیح آباد، لکھنؤ میں ''برصغیر کے مدارس اسلامیہ کا نصاب تعلیم ونصاب تربیت، جائزہ اور منصوبہ بندی'' کے عنوان پر ایک سہ روزہ سیمینار ۳ تا ۵ر فروری ۲۰۰۷ء مطابق ۱۴ر تا ۱۶ر محرم الحرام ۱۴۲۸ھ منعقد ہوا۔

جامعہ سید احمد شہیدؒ میں منعقد ہونے والے اس تعلیمی سیمینار میں برصغیر کے مختلف ملکوں، ہندوپاک، بنگلہ دیش، نیپال کے علاوہ عالم عربی سے سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات، مصر، ترکی اور قزاقستان اور لندن کے ارباب علم اور مؤقر وفود نے شرکت کی، سیمینار کے روح رواں مولانا سید سلمان حسینی ندوی دامت برکاتہم نے سیمینار کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

''سیمینار اس لیے منعقد کیا گیا ہے تاکہ عرب وعجم سب سر جوڑ کر بیٹھیں اور اس کے بعد سب کے مفید مشوروں سے جو قرارداد پاس ہوگی وہ صرف نشر واشاعت کے لیے نہیں بلکہ عمل کے لیے ہوگی، یہ تجربہ گاہ ہے، آپ سب مل کر جو نظام طے کریں گے وہ یہاں چلے گا، مولانا نے فرمایا نظام تعلیم میں وحدت کی ضرورت ہے، اور تعلیم کی دوئی کو ختم کرنا لازمی ہے، ہم کوئی آخری فیصلہ کرنے نہیں بیٹھیں ہیں بلکہ اس طرح کے سیمینار، اجتماعات، نشستوں اور کانفرنسوں کا بار بار اہتمام کرنا ہم سب کا فریضہ ہے تاکہ ہم سب کسی حتمی نتیجہ تک پہونچ سکیں۔

اس موقع سے مولانا نے ''تعلیم کا قرآنی منہج'' کے عنوان سے اپنا عربی مقالہ بھی پیش فرمایا جس میں تلاوت آیات، تزکیہ، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کے چار قرآنی اصولوں پر روشنی ڈالی، سید احمد شہیدؒ کی حیات وخدمات کا ایک مختصر خاکہ بھی مولانا نے پیش کیا، جن کی ذات گرامی کی طرف جامعہ سید احمد شہیدؒ منسوب ہے۔

افتتاحی نشست کی صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے فرمائی، آپ نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا: ''ہر انسان کے سامنے اس کے کام کا ایک خاکہ ہوتا ہے، وہ خاکہ کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے ہوتا ہے، نصاب تعلیم میں بھی لحاظ اسی مقصد کا کیا جاتا ہے جس کا حصول مطلوب ہے، ہر ملک اپنے شہری کو ملک کا وفادار اور ایک اچھا ملی انسان بنانا چاہتا ہے، امریکہ امریکی انسان بناتا ہے، فرانس فرانسیسی انسان بناتا ہے، برطانیہ برطانوی انسان بناتا ہے، اور اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے یہاں نصاب تعلیم مقرر کر دیا جاتا ہے، ہم بحیثیت مسلمان ایسا نصاب تعلیم اپناتے ہیں جس کو پڑھ کر ایک ایسا شہری تیار ہو جو خدا ترس، صالح اور پوری انسانیت کے لیے مفید ہو۔

اس افتتاحی نشست میں درج ذیل حضرات نے اظہار خیال فرمایا:

شیخ نادر النوری کویت، مولانا ارشد مدنی صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند، ڈاکٹر عبدالحق انصاری صاحب امیر جماعت اسلامی ہند، ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی صاحب مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، حمدی ارسلان ترکی، ڈاکٹر مصطفیٰ طحان کویت، شیخ عبداللہ بن مقبل قرنی ام القریٰ مکہ، بدر الماحس سعودی عرب، عبدالرزاق ظفر سعودی عرب، عیسیٰ منصوری صاحب لندن، سلطان احمد ذوق ندوی بنگلہ دیش، شیخ عبدالستار مفتی عام، جب کہ سلیمان زائدی نے ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالحسن ترکی صدر رابطۂ عالم اسلامی کا پیغام پڑھ کر سنایا۔

مقالات کی پہلی نشست کی صدارت جناب نادر نوری صاحب صدر جمعیۃ عبداللہ نوری کویت نے فرمائی، اور درج ذیل حضرات نے مقالات پیش کیے:

ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مولانا سید سلمان حسینی ندوی، ابوالرضاء ندوی، مولانا یحییٰ نعمانی ندوی

دوسری نشست کی صدارت ڈاکٹر سلیمان الزائدی (سعودی عرب) نے فرمائی، جس میں درج ذیل حضرات نے مقالات پیش کیے:

ڈاکٹر بدر الماحس، شیخ مفتی عبدالستار، ڈاکٹر سلطان ذوق ندوی، ڈاکٹر مصطفیٰ محمد الطحان۔

تیسری نشست مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کی صدارت میں ہوئی، اور درج ذیل حضرات نے مقالات پیش کیے:

مولانا عیسیٰ منصوری صاحب، مولانا سراج

الدین ندوی، ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی، پروفیسر انیس چشتی صاحب، اشہد رفیق ندوی، پروفیسر احمد سجاد صاحب (رانچی) مولانا طاہر مدنی۔

چوتھی نشست کی صدارت پروفیسر احمد سجاد صاحب نے کی جب کہ درج ذیل حضرات نے مقالے پڑھے:

مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی، مولانا شوکت علی قاسمی بستوی، نمائندہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، پروفیسر سید محمد بختیاری، نمائندہ مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی۔

پانچویں نشست کی صدارت جناب عبدالرحمٰن فراوی صاحب نے فرمائی، اس نشست میں مقالہ نگاروں کی تعداد ۲۵ سے بھی زیادہ تھی لیکن وقت کی تنگی کے پیش نظر اکثر مقالہ نگاروں کو موقع نہیں دیا جاسکا۔

چھٹی اور آخری نشست شیخ نادر نوری کی صدارت میں ہوئی جس میں عرب وعجم کے علماء نے مل کر اس موضوع سے متعلق قرار داد پیش کیں، جن میں چند اہم تجاویز حسب ذیل ہیں:

۱۔ تعلیمی وتربیتی مقاصد کے پیش نظر آئندہ دس سالوں کے لیے مضبوط منصوبہ بندی اور بہتر حکمت عملی کا پروگرام تیار کیا جائے۔

۲۔ تعلیمی وتربیتی میدان میں جدید وسائل تعلیم کو استعمال کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

۳۔ قرآن وسنت کے سائنسی اعجاز سے واقفیت کے لیے اس موضوع کو بھی کورس میں شامل کیا جائے، ایسی کتابوں کے مکالمہ کا اہتمام کرایا جائے، بلکہ لیبارٹری میں عملی تجربہ کا بھی اہتمام کیا جائے۔

۴۔ نظام تعلیم میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں، حلقوں اور غیر مسلموں سے گفتگو اور ڈائیلاگ کے آداب اور اختلافات کو گوارہ کرنے کا سلیقہ سکھایا جائے۔

۵۔ عملی وتطبیقی پہلوؤں پر اصل توجہ مرکوز رکھی جائے، تاکہ تعلیم محض نظری قواعد کا مجموعہ نہ بن جائے۔

۶۔ جدید مثبت ذرائع ووسائل تعلیم وتربیت سے استفادہ کے ساتھ نظام تعلیم کو ہر طرح کے فکری ونظریاتی انحراف سے محفوظ رکھا جائے۔

۷۔ اس طرح کے تعلیمی وتربیتی سیمیناروں کا انعقاد تسلسل کے ساتھ مختلف مقامات پر کیا جائے۔

انشاء اللہ تجاویز کا اصل متن حتمی شکل میں جلد ہی منظر عام پر آئے گا۔ ☆☆☆

فقہ وفتاوی

سوال وجواب

از.....مفتی محمد طارق ندوی

سوال: کسی کو مستقل پیشاب کے قطرات آتے رہتے ہیں تو وہ نماز کس طرح پڑھے گا؟

جواب: قاطر بول والے مریض کو چاہئے کہ پیشاب کے سوراخ کے اندر کوئی چیز مثلاً روئی وغیرہ اس طرح داخل کردے کہ اس کا اندرونی حصہ پیشاب کے قطرات کو جذب کرلے اور تری باہر آنے نہ پائے۔

سوال: حالت سجدہ میں اگر دونوں پیر اٹھے رہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: دونوں پاؤں میں سے کسی ایک کا کوئی جز بقدر تسبیحۂ واحدہ رکھنا کافی ہے، پس اگر پورے سجدے میں بقدر ایک تسبیح کے دونوں پاؤں میں سے کسی ایک کا کوئی جز زمین پر رکھ لیا تو واجب ادا ہوجائے گا اور اگر اتنی مقدار نہیں رکھا تو ترک واجب کیوجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

سوال: عورتوں کے لیے ساڑی پہننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عورتوں کا ساڑی پہننا جائز ہے، شریعت اسلامی نے کسی خاص لباس کی قید نہیں لگائی ہے، بلکہ جس لباس سے بھی مکمل ستر پوشی ہوجائے اس کا پہننا درست ہے، خواہ وہ ساڑی ہو یا کرتا پائجامہ

سوال: کیا معتکف اپنے گھر جاکر کھانا لاسکتا ہے؟

جواب: نہیں، اپنے گھر کھانا لانے نہیں جاسکتا ہے، اس کا انتظام کرنا ہوگا۔

سوال: نیل گائے کی قربانی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جنگلی جانور کی قربانی از روئے شرع جائز نہیں ہے، نیل گائے کی قربانی جائز نہیں ہے، چونکہ یہ جنگلی جانور ہے۔

سوال: میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟

جواب: میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، اور نہ صحابۂ کرام سے ثابت ہے، اس لیے دفن کرنے کے بعد اذان دینا بدعت ہے۔

☆☆☆☆☆

تعارف وتبصرہ

رسید کتب

از.....م.ج.ح.

نام کتاب: الشیخ محمد انعام الحسن الکاندھلوی حیاتہ وافکارہ وجہودہ الدعویہ

مؤلف: مولانا سید محمد شاہد مظاہری

ناشر: مکتبہ یادگار شیخ مبارک شاہ، سہارن پور

مؤلف کی اصل کتاب اردو میں تین جلدوں میں سامنے آئی جس کی جامع تلخیص وترجمہ ۵۳۰ صفحات میں مولانا محمد وثیق ندوی نے کیا، یہ ان کے تیس سالہ دور امارت اور ۷۴ سالہ حیات مستعار کی جامع تاریخ وروداد ہے، اور تاریخ تبلیغی جماعت کا تیسرا حصہ ہے، مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت اردو وعربی میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی مرتبہ ہے، مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی سوانح اردو وعربی میں سامنے آچکی ہے جس کے مؤلف مولانا محمد ثانی حسنی تھے، اور اب یہ مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی کی سوانح حیات ہے، قیمت درج نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: محی السنہ نمبر (آئینۂ مظاہر علوم)

مرتبہ: مولانا محمد سعیدی

ناشر: دفتر آئینۂ مظاہر علوم وقف سہارن پور

۱۴۳ صفحات کی یہ خصوصی اشاعت حضرت ہردوئی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کے حالات زندگی کا بہترین مرقع ہے، مولانا ریاض الحسن اور مولانا ناصر الدین اس کی ترتیب میں شریک رہے ہیں، یہ ایک اچھی دستاویز ہے، آخر میں خلفاء کی فہرست بھی ہے، مگر وہ مکمل نہیں ہے، مکمل اور صحیح فہرست مجلس دعوۃ الحق ہردوئی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: تحفظ ناموس رسالت ﷺ نمبر (ماہنامہ صوت الحق احمد آباد)

مدیر: مولانا عبدالاحد قاسمی، تاراپوری

ناشر: جامعہ ابن عباس سرخیز ڈھال احمد آباد

۱۴۴ صفحات کی یہ خصوصی دستاویزی پیشکش ہے، اہم مضمون نگاروں میں علامۂ عصر ڈاکٹر یوسف القرضاوی اور پاکستان کے مولانا سلیم اللہ خاں کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ ۳۵ روپے قیمت ہے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: کلام نور

نتیجۂ فکر: نور احمد نور لکھنوی

۲۶۶/۵۵/۳، بھدیواں لکھنؤ

ایک صاحب فکر شاعر کا یہ نتیجۂ فکر نعت کے مجموعوں کا ایک اضافہ پیش کرتا ہے، جناب تسنیم فاروقی کے بقول صاحب کلام "نعت نگاری میں اپنی صلاحیتوں کے طفیل کامیاب ہیں" ۴۸ صفحات ہیں، قیمت درج نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: پولیس ایکشن

مرتب: ایم اے عزیز انجینئر

نہرو بھون، بڑی لین اورنگ آباد

۱۲۸ صفحات کی یہ کتاب ہے، ۵۸ سال قبل ریاست حیدرآباد کو جس فوجی کارروائی سے گزرنا پڑا تھا، وہ حیدرآباد کا ناقابل فراموش سانحہ ہے، اس کے حقائق کو اس دستاویز میں بیان کیا گیا ہے، مسلمانوں کو اور اردو کو جو نقصان پہونچا وہ اس کے حرف حرف سے عیاں ہوجاتا ہے، قیمت سو روپے رکھی گئی ہے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: مساهمة أهل كشمير في اللغة العربية والادب العربي (الجزء الاول)

از: ڈاکٹر مولانا محمد مظفر حسین ندوی

ناشر: بیت الحکمۃ الندویۃ، شاہ ہمدان کالونی عیدگاہ سری نگر، کشمیر انڈیا

۳۷۴ صفحات کی یہ کتاب ۳۰۰ روپے کی ہے جو مکتبۂ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے، اس میں کشمیر میں اسلام اور مسلمانوں کی آمد، پھر عربی زبان سے اہل کشمیر کی دلچسپی، اور اس میں تصنیفات اور ادبی خدمات کو نمایاں کیا گیا ہے، خصوصیت سے ۸ ویں صدی ہجری سے ۱۳ ویں صدی ہجری تک علماء کشمیر کی خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆

نام کتاب: القدس کے مضامین

مرتب شمس الہدیٰ

ناشر: القدس پبلکیشن، عیدگاہ کمپلیکس، B.S.A. روڈ، بنگلور

ملک وملت اور دین کو درپیش حالات سے متعلق جو مضامین القدس (نصف روزہ) میں لکھے گئے ہیں انہیں مجموعے کی شکل دے دی گئی، عوام میں احساس برتری کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے بے خوف وخطر یہ مضامین لکھے گئے تھے۔ ۱۲۰ صفحات ہیں، قیمت ۲۰ روپے ہے۔

☆☆☆☆☆

سیر وسیاحت

تیسری قسط

ایران کا سفر۔عجم کے لالہ زاروں میں

از ..... پروفیسر محسن عثمانی ندوی

جو چیز ہم لوگوں کے لیے تکلیف دہ اور سوہان روح تھی، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، امام حسن، امام حسین اور دوسرے ائمہ اہل بیت کی تصویریں تھیں، جو قم میں بازاروں کی دکانوں پر، اور فٹ پاتھ پر ٹل رہی تھیں، ایک نے یہ انکشاف کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی فرضی تصویر بھی ملتی ہے، حیرت ہے کہ شیعی علماء کو ان تمام فرضی تصویروں میں ان برگزیدہ ائمہ کرام کے لیے اہانت کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا ہے، اور وہ ان جعلی جھوٹی اور فرضی تصویروں کا کاروبار روکتے نہیں ہیں۔

ہمیں ایران میں کانفرنس سے کہیں زیادہ مشاہداتِ ایران سے دلچسپی تھی، یہاں سڑکیں وسیع تھیں، مکانات خوشنما تھے، اور مکانات کے مکیں خوش اخلاق تھے، تہران کے بالکل متصل امام خمینی کا مقبرہ ہے، جو خود وسیع اور خوبصورت ہے، دور دراز سے لوگ یہاں آتے ہیں اور عبادت اور تلاوت میں مشغول رہتے ہیں، نفاستِ تہذیب اور شرافتِ مزاج یہاں لوگوں کی سرشت میں داخل ہے، ہم کئی شہروں میں گئے، ہر جگہ بے حد وحساب صفائی اور ستھرائی تھی، ہندوستان میں زیادہ تر سڑکیں گندی ہوتی ہیں، سڑک کے کنارے لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں، اور شہر کے مضافات میں ریلوے لائن کے کنارے حاجات ضروریہ سے فارغ ہوتے رہتے ہیں، یہ قبیح مناظر ہندوستان سے باہر کہیں نہیں پائے جاتے۔

اصفہان میں

ہم لوگ قم کی زیارت اور باقر مجلسی کی قبر کو دیکھنے کے بعد اصفہان کے لیے خوبصورت اور آرام دہ بس پر سوار ہوئے، قم سے تقریباً چار سو (۴۰۰) کیلومیٹر کے فاصلہ پر اصفہان کا شہر واقع ہے، بس کے اندر سیٹ کے نیچے سامان رکھنے کی ایک مخصوص جگہ تھی، جس کا دروازہ باہر سے کھلتا تھا، وہاں ہم لوگوں کے سامان رکھ دیئے گئے، سفر شروع ہوا، راستہ میں مشروبات سے ہم لوگوں کی تواضع کی گئی، کوکا کولا، لیمون اور پھلوں کے جوس کی ٹرالی دوطرفہ سیٹوں کے درمیان سے اس طرح گزرتی، جس طرح سے ہوائی جہاز میں ایر ہوسٹس ٹرالی لے کر گزرتی ہیں، اس ٹرالی سے مسافر اپنے اپنے پسند کے مشروب اٹھالیتے ہیں، اور بادۂ جانفزا کی طرح اسے تھوڑا تھوڑا پیتے رہتے ہیں۔

چند گھنٹوں میں اصفہان پہونچے، اصفہان میں ہمارا قیام ہوٹل کوثر میں تھا، اس فائیو اسٹار کا روزانہ کا کرایہ تین سو ڈالر تھا، دوسرے شہروں کے ہوٹلوں کے کرایہ بھی اس کے مماثل تھے۔

اصفہان کے سبزہ زار اور مرغزار فردوس نظر تھے، شہر اصفہان خوبصورت اور اس میں باغ حیات کے پھول خوبصورت تر تھے، جس ہوٹل میں قیام تھا، اس کے سامنے زائیدہ رود نہر بہہ رہی تھی، اور اس کے اوپر مختلف مقامات پر مختلف انداز کے پل بنے ہوئے تھے، کنارے کنارے سبزہ زار اور اس کے اوپر بیٹھنے کے لیے بنچیں تھیں، شام کے وقت ٹہلنے کے لیے آتے، تو یہاں کا منظر شاعرانہ اور موسم سہانا ہوتا، نغمہ ریز جوئے بار، عطر بیز سبزہ زار، چاندنی میں کہسار، قدم قدم پر گلزار و لالہ رخسار، گویا ہر طرف بہار ہی بہار کا منظر تھا، ایسے میں انسان کو حیات مستعار کے قافیہ کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اسی میں خیر ہے، اصفہان بے حد خوبصورت شہر تھا اور میں زیر لب اقبال کا یہ شعر گنگنا تا رہا جس میں اس شہر کا ذکر ہے ۔

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر اس کا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند

اصفہان تاریخی شہر ہے، کئی سو سال تک ملک کا پایہ تخت بھی رہا ہے، صفوی بادشاہ شاہ عباس اول نے ۱۵۹۸ء میں غزوین سے منتقل کر کے اصفہان کو پایۂ تخت بنایا، پہلے یہ سلجوقیوں کا بھی پایہ تخت رہا ہے، تاریخ کے مختلف دور کے آثار یہاں موجود ہیں، آٹھویں صدی ہجری میں تیمور کا قہر یہاں نازل ہوا، اور یہاں کے باشندوں کا قتل عام ہوا، تیمور کے جانشین شاہ رخ اور پھر اس کے وارثین یہاں مدتوں حکمراں رہے، اس دور کی مسجدیں اور خانقاہیں اس شہر میں موجود ہیں، لیکن صفوی دور کی عمارتیں خوبصورت طرز تعمیر، کاشی کاری اور ٹائلوں کے بیل بوٹوں کے ساتھ سیاحوں کے دامن دل کھینچتی ہیں، یہ شہر اپنے پھلوں اور چمن زاروں کی وجہ سے ایک خاص امتیاز رکھتا ہے، موسم خنک ہے اور ہوا میں شراب کی تاثیر ہے، زائیدہ رود کی موجیں وسط شہر سے گاتی اور گنگناتی ہوئی گزرتی ہیں، کنارے کنارے چمن زار ہیں، آب رواں بھی ہے اور سبزۂ جواں بھی ہے، شام کے وقت روشنی کے سمندر میں شہر نہا اٹھتا ہے، ہوا اٹھکیلیاں کرتی ہوئی، جسموں کو چھوتی ہوئی، گل کترتی ہوئی، لہراتی ہوئی اور مشام جاں کو معطر کرتی ہوئی چلتی ہے، منظر بہت خوبصورت اور بہار آفریں ہوتا ہے، حافظ نے ایسے ہی کسی منظر کو دیکھ کر وہ ''کنارہ آب رکنا باد وگل گشت مصلی را'' والی غزل کہی ہوگی۔

شہر کے قابل دید مقامات میں میدان نقش جہاں ہے، جسے میدان شاہ اور میدانِ امام بھی کہا جاتا ہے، اس میدان میں بہت خوبصورت بازار ہے،

میدان کے درمیان وسیع تالاب ہے، جس میں فوارے کشش ثقل کو توڑ کر بلندیوں کو چھونے کی کوشش کرتے ہیں، تالاب کے چاروں جانب راستے ہیں، جن پر وہ گاڑیاں چلتی ہیں جن میں گھوڑے جتے ہوئے ہوتے ہیں، ایک الف لیلوی منظر ہوتا ہے۔

راستوں کے کنارے مسقف بازار ہے، جہاں ایران کی خاص مصنوعات دست کاری کے نمونے، نقاشی سے مزین ظروف، بہترین قالینیں، شیشہ کی کاریگری کے سامان، زیورات وملبوسات، کشیدہ کاری کے کپڑے، خطاطی کے نمونے اور خوبصورت وصلیاں، اور میووں اور مٹھائیوں کی دکانیں تھیں، ''گاز'' یہاں کی خاص مٹھائی ہے، ایرانی جڑی بوٹیوں اور دیسی دواؤں کی دکانیں بھی ایک کونے پر تھیں، لیکن جس طرح ہمارے ملک میں یونانی دوائیں اعلی درجہ کی ملتی ہیں، اور ان کی دواسازی کا پورا نظام ہے، ایسا ایران میں نہیں ہے، حالانکہ جڑی بوٹیاں اور پودے اور مفردات جتنے اچھے معیار کے اس ملک میں ہیں، ہمارے ملک میں نہیں، اصفہان کا زعفران بہت عمدہ ہوتا ہے، قیمتی پتھروں، اور نگوں کا انبار ہے، ایسا لگتا ہے کہ یہاں کا ہر ذرہ نگینہ ہے، اور انگوٹھی میں جڑ دیے جانے کے قابل، اس خوبصورت بازار میں مسجد لطف اللہ، اور مسجد شاہ عباس ہیں، خوبصورت مزین اور ایرانی نقاشی کے بہترین نمونوں سے مسجد کے سقف وبام اور دیوار ودر کو آراستہ کیا گیا ہے، یہ مسجدیں اور جامع مسجد سیاحوں کے لیے قابل دید ہے، یہیں پر عالی قابو کی تاریخی عمارت ہے، جسے شاہ عباس کبیر نے بنوایا تھا، اس میدان میں ایک کاخ چہل ستون ہے، جس میں چالیس ستون ہیں، جس کا عکس تالاب کے پانی میں نظر آتا ہے، اس محل کی سب سے بالائی منزل بزم شعر وموسیقی کے لیے وقف تھی، دیواروں اور چھتوں پر موسیقی کے آلات کی عکاسی ہے، پینٹنگ بہت خوبصورت ہے، مسجد ہو یا محل ہو، ہر جگہ ایرانی دستکاری کے بہترین نمونے نظر آتے ہیں، ایران کا دست ہنر مند اور دست کار پرداز دنیا کے بہت سے صناعوں پر فائق نظر آتا ہے۔

مشہد میں

اصفہان سے بذریعہ ہوائی جہاز ہم لوگ مشہد گئے، شاہ نامہ کے مشہور شاعر فردوسی کی قبر اسی شہر میں ہے، اس شاعر کی ولادت ۳۲۹ھ میں ہوئی تھی، نیشاپور بھی یہاں سے بہت زیادہ دور نہیں، وہاں مشہور شاعر خیام کی قبر ہے، طوس جس کے نام سے ہم لوگوں کے کان آشنا ہیں، مشہد سے صرف دس کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، مشہد کو مشہد اس لیے کہتے ہیں کہ یہاں امام علی رضا کا مقبرہ اور روضہ ہے اور انہوں نے اسی جگہ جام شہادت نوش کیا تھا، ان کے درس کبھی نیشاپور اور کبھی طوس میں ہوتے تھے، اور ہزاروں اہل عقیدت ان کی مجلسوں سے مستفید ہوتے تھے، آپ مامون الرشید کی دعوت پر دوسو ہجری میں خراسان تشریف لائے تھے، اور یہ شہر مشہد خراسان کے صوبہ میں واقع ہے، مامون رشید کو یہ علاقہ اس لیے بھی پسند تھا کہ اس کی ماں اسی علاقہ کی رہنے والی تھی، اور ہارون رشید کی کنیز تھی، مامون رشید امام علی رضا سے عقیدت رکھتا تھا، اور اس نے ان کو ولی عہد سلطنت بھی بنایا تھا، اور اپنی بیٹی ام حبیبہ ان کے عقد میں دے دی تھی، زہر خورانی کی وجہ سے امام علی رضا کی وفات ہوئی، اور مقبرہ ہارون رشید میں ان کی تدفین ہوئی، ہارون رشید کی قبر کا نام ونشان مٹ چکا ہے، لیکن امام علی رضا کی قبر مرجع خلائق ہے، اور دنیا بھر کے زائرین کا مرکز اور عقیدت کا نشانہ ہے، روضہ جس جگہ پر ہے اس کے چاروں طرف وسیع اطراف میں زائرین کے لیے عمارتیں ہیں، اور اس پورے علاقہ کو حرم کہا جاتا ہے، حرم کا رقبہ بہت وسیع ہے، پھر بھی لوگوں کا اژدحام اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ مزار تک پہنچنا مشکل ہوتا ہے، جب ہم مشہد پہونچے تو ۱۵ شعبان ۱۴۲۷ھ کی تاریخ تھی، اور ہجوم اتنا زیادہ تھا کہ اندر داخل ہونا مشکل تھا، اور جب ہم فاتحہ پڑھ کر باہر نکلے تو حرم کی وسعت اور زائرین کی کثرت کی وجہ سے راستہ بھول گئے، اور مقررہ وقت پر اپنی بس کے پاس نہیں پہونچ سکے، چنانچہ بس ہمیں چھوڑ کر اس ہوٹل کے لیے روانہ ہوگئی جہاں ہمارا قیام تھا، بعد میں ہمیں ٹیکسی کر کے ہوٹل جانا پڑا، مرقد امام علی رضا لاکھوں کروڑوں انسانوں کی عقیدت اور محبت کا مرکز ہے۔ حرم کی عمارتیں خوبصورت ہیں، شیشوں کے نازک کام سے اندرونی حصوں کو آراستہ کیا گیا ہے، مرقد کی جالیاں اور محرابیں اور ان میں شیشوں کی کاریگری نہایت نفیس اور دیدہ زیب ہے، انسانوں کا ہجوم اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ انسان خود سے چلنے کے بجائے دھکے کھا کر چلتا رہتا ہے، لوگ نیاز کے لیے پھل اور مٹھائیاں لے کر آستانہ پر حاضر ہوتے ہیں، عقیدت مند منتیں باندھتے ہیں، تاریخ میں مختلف امراء، وزراء اور بادشاہ اس حرم کے لیے قالینیں اور جانمازیں تحفے کے طور پر بھیجتے رہے ہیں، حرم میں کتب خانہ بھی، اور ایک میوزیم بھی ہے، میوزیم میں بادشاہوں کے تحفے عطیے جو حرم کو بھیجے گئے تھے جمع ہیں، کتب خانہ کے اندر مخطوطات بھی ہیں، حرم کے دائرے میں مسجد گوہر شاہ ہے جو تیمور کے بیٹے شاہ رخ کی بیوی کے نام پر ہے، دیواروں پر نقاشی اور گنبد پر مینا کاری ہے، قرآن کی آیتیں دیواروں پر لکھی ہوئی ہیں، ۸۴۱ھ میں اس مسجد کی تعمیر ہوئی، اور اسی مسجد میں گوہر شاہ کی قبر بھی ہے، حرم کے باہر بہت بڑا بازار ہے، جس میں انگوٹھیوں کی، زعفران کی، زیورات کی اور قیمتی پتھروں کی دکانیں ہیں۔

(جاری)

عالمی خبریں

از.....سید جمشید احمد ندوی

انڈونیشیا کے بعض صوبوں میں شریعت اسلامی کا نفاذ

انڈونیشیا کے بعض صوبوں اور علاقوں میں شریعت اسلامی کے نفاذ کے لیے نئی کارروائیاں شروع ہوچکی ہیں، ''اسلام اون لائن نیٹ'' کے ایک نامہ نگار نے بتایا کہ جنوب کی ایک ریاست میں تقریباً ۱۲ر بستیاں تجرباتی منصوبہ کی ترتیب کا کام سرانجام دے رہی ہیں، جس کی وجہ سے ان بستیوں کے نام ''اسلامی بستی'' رکھا گیا ہے، اس لیے کہ ان بستیوں میں زندگی کے تمام مظاہر شریعت اسلامی کے موافق نظر آتے ہیں، اور یہ بستیاں نقوشہائے زندگی کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی طرف گامزن نظر آتی ہیں، بایں طور کہ سڑکوں، اسپتالوں، مساجد ومدارس اور دیگر شعبہ جات کے نام رکھنے میں ملایوی اور انڈونیشیائی زبان کی جگہ عربی زبان کے حروف استعمال کئے جاتے ہیں۔

انڈونیشیا کی فیڈریشن گورنمنٹ نے گذشتہ تین سالوں میں ۴۵ر قانون کی دفعات کو پاس کیا ہے جنکا تعلق شریعت اسلامی سے ہے، ان قانونی دفعات کا تعلق مختلف پہلوؤں سے ہے، جیسے لباس وپوشاک، قرأت قرآن، فہم قرآن، حکمۂ زکوٰۃ، حرمت شراب وقمار بازی وزنا کاری۔

وزیر برائے دینی امور محمد مفتوح جسیونی نے کہا کہ حکومت ان صوبوں کے، ان بلند مقاصد سے ہرگز تعارض نہیں کرے گی، جب تک انڈونیشیائی قانون سے خود متصادم نہ ہوں۔

انگریز ماہر کا برطانیہ میں اسلامی طریقہ پر طبی خدمات کا مطالبہ

ایک مسلم برطانوی ماہر طب نے برطانیہ گورنمنٹ سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ برطانوی مسلمانوں کے لیے اسلامی طریقہ پر سرکاری طبی خدمات کی سہولیات فراہم کیا جانا چاہئے۔

ڈاکٹر عزیز شیخ نے ایک مقالہ میں جو حال ہی میں برطانوی طبی مجلّہ میں شائع ہوا ہے، کہا ہے کہ: مسلمانوں نے دو مرتبہ سے زائد اپنے اس رجحان کا اظہار کیا کہ ان کے لیے ملک میں طبی سہولیات فراہم کی جائے، اسی طرح ڈاکٹر عزیز شیخ نے مطالبہ کیا کہ سرکاری طبی شعبوں میں ختنہ کرنے کی سہولیات فراہم کیا جانا چاہئے، اوران دواؤں اور جڑی بوٹیوں کے بارے میں تفصیل سے بیانات فراہم کیا جانا چاہئے جو اسلامی نقطۂ نظر سے حرام اور ناجائز ہیں، جیسے الکحل، نیز کہا کہ تمام سرکاری طبی شعبوں میں بچوں کے ختنے کی سہولیات فراہم کرنا حکومت کی ذمہ داری تھی لیکن ان تمام مطالبوں کے باوجود چند ہی شعبوں میں یہ سہولیات فراہم ہوسکی ہیں ورنہ عام طور پر والدین مجبوراً پرائیویٹ طبی خدمات کا سہارا لیتے ہیں، جس میں نقص کا خدشہ رہتا ہے، اسی طرح ڈاکٹر عزیز شیخ نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ تیمارداری کے دوران استعمال کیے جانے والے رجسٹر میں ہر مریض کا مذہب ومسلک نوٹ کرلیا جائے تاکہ اس طرح بہتر سے بہتر سہولیات فراہم کی جاسکے، نیز یہ بھی کہا ہے کہ بہت سے مسلم مریض اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ اس کا علاج کوئی ماہر مسلم طبیب ہی کرے، خاص طور پر مسلم عورت یہ چاہتی ہے کہ اس کا علاج کوئی عورت ڈاکٹر ہی کرے، گوکہ برطانیہ میں طبی میدان میں کام کرنے والی عورتوں کا تناسب بہت زیادہ ہے، لیکن یہ سہولیات کہ مسلم عورتوں کا علاج ومعالجہ عورت ہی کرے ہر وقت اور ہر جگہ فراہم نہیں ہیں۔

سب سے اہم مطالبہ طبی شعبوں میں کام کرنے والے مسلمانوں کے لیے نماز کی جگہ کا مطالبہ ہے اور رمضان شریف میں علاج کے سلسلے میں انہیں مشورہ دینا ہے، اس موضوع پر تبصرہ کرتے ہوئے برطانوی وزارت صحت کے ترجمان نے کہا کہ ہر مریض کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنا علاج جس ڈاکٹر سے چاہے کرائے۔

عجیب وغریب مرض میں مبتلا ہوکر روزانہ عراق میں تین امریکی فوجیوں کی موت

عراق کی راجدھانی بغداد میں مقیم امریکی فوجیوں میں عجیب وغریب وبا پھیل جانے سے روزانہ اوسطاً تین فوجیوں کی موت ہورہی ہے، رسالہ مفکرۃ الاسلام نے بغداد کے گرین زون میں واقع ابن النفیس نامی اسپتال کے ڈاکٹر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ عراق میں یہ وباء مختلف علاقوں میں مقیم امریکی فوجیوں کے درمیان پھیلتی جارہی ہے، اس اسپتال کے ڈاکٹر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ اس مرض میں روزانہ اوسطاً ایک فوجی کی موت ہوجاتی ہے جب کہ بعض فوجی فوری علاج کے لیے اپنے وطن آتے ہیں عربی رسالہ المجتمع لکھتا ہے کہ پہلے دن فوجیوں میں سخت قسم کی کھانسی آتی ہے، پھر ان کا معدہ اشیاء خوردونوش قبول کرنے سے انکار کردیتا ہے اور یہ سب صرف چار گھنٹے کے درمیان ہوتا ہے جب کہ دوسرے دن کالے رنگ کا دست اور پیچش شروع ہوجاتی ہے جس میں خون کے لوتھڑے بھی پائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے فوجیوں میں کمزوری پیدا ہوجاتی ہے اور وہ بے ہوش ہوجاتے ہیں۔

ذرائع کے مطابق گذشتہ پانچ دنوں میں ساٹھ سے زیادہ فوجی داخل اسپتال ہوچکے ہیں جن میں چار کی موت ہوچکی ہے اور بقیہ مریضوں کو فی الفور علاج کے لیے جرمنی میں موجود فوجی ہسپتالوں کو ریفر کردیا گیا ہے (بحوالہ رسالہ المجتمع)

(عبدالوکیل)

Kamaluddin & Sons Perfumers

Specialist In

Indian Attar Like Shamama, Rhuhkhus, Hina etc.

عطر کی مشہور قدیم دوکان

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، اگربتی

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

کمال الدین اینڈ سنس پرفیومرس

Akbari Gate, Lucknow-226003
Phone : 0522-2267501

MEENA QUALITY CAKE

مینا بیکری

MEENA BAKERY

Specialist In:

Bread, Bunds, Cakes, Biscuits, Pasteries, Rusk, Birthday Cakes, Paties, Rolls etc.

337 Phool Bagh, Luucknow-226001

Ph.: 2629448

رحمانی شفاخانہ

رامادھین سنگھ روڈ، قطب پور، ڈالی گنج، لکھنؤ،

حکیم کے.اے.رحمانی (بی.یو.ایم.ایس)

درج ذیل امراض کے تجربہ کار اور ماہر

پیٹ کے امراض: السر، قبض، گیس، بدہضمی، قے۔متلی، پرانی پیچش وغیرہ، **گردے اور مثانے** کی پتھری، ذیابطیس

دل کے امراض: گھبراہٹ، بلڈ پریشر وغیرہ، **سر کے امراض:** سر میں درد، مرگی، ادھاسیسی کا درد وغیرہ، پرانہ نزلہ، کھانسی اور دمہ، **مردانہ وزنانہ پوشیدہ امراض**، دودھ کی کمی، بانجھ پن، لیکوریہ وغیرہ

جلد کے امراض: برص، چہرے پر مہاسے، جسم پر دانے وغیرہ

ملنے کا وقت: صبح ۹ر بجے سے ۱ر بجے تک، شام ۶ر بجے سے ۱۰ر بجے تک، رابطہ کا نمبر: 9450374007

WALIULLAH JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery
ولی اللہ جوئیلرس
Jutey wali Gali, Aminabad, Lucknow

Quba Awning
Awning & DEMOTENT
Scooter India Crossing Gauri Bazar Kanpur Road Lucknow
Ph: 0522-2817580
M: 09335236026, 09839095795
Branch Office
Maidan Pur Takiya Kalan Raibrelly
Ph: 9336324071

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Ph: 23460220-23468708 Tele: Add Cupkettle

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جوئیلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9415001207-9335726377

CAFE FIRDOS
کیفے فردوس
Partly Air Conditioned
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel : 23424781-23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
men mark ®
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone: (S) 2616946 (R) 2627443

Mobile: 9415750289 Shop: 0522-2617956
حرمین ٹریڈرس
محمدیہ پروڈکٹس کے سپر اسٹاکسٹ
النبیل یو اے ای کلونجی تیل اور کلونجی پروڈکٹس کے اسپشلسٹ
کحل اصفہانی سرمہ۔ روغن بلسن۔ عطریات
حرمین بک ڈپو
پرفیوم النبیل دوبئی
U.A.E. شہر لکھنؤ کے مختلف عطریات سے معطر
دکان نمبر 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر بی۔ این۔ ورما روڈ، امین آباد لکھنؤ

Abdullah Malik (Managing Director) Ph: 0522-2266824, 2252789, (O) 2240999
S. Abdul Malik & Sons
Our World Famous Perfumes Exporters, Importers & Manufacturing Perfumesetc
Shamamatul Amber, Keora, Gulab, Ruh Khus, Ruh Gulab, Mohsin Shamama, Malik Shamama
253/28, Nadan Mahal Road, Nakkhas, Lucknow, U. P. (India)

Nadwatul Ulama
P.O. Box No. 93, Tagore Marg,
Lucknow - 226007 (India)

ندوة العلماء
ص۔ب۔۹۳ ٹیگور مارگ
لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۷ (الھند)

Date ____________ التاریخ ____________

اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے۔ طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں درجات کی بڑی کمی واقع ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے سال گذشتہ داخلے محدود کرنے پڑے، اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہوکر واپس ہوگئی۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید درسگاہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا، اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرادی گئی ہے۔

اس جدید درسگاہ میں جو تین منزلہ ہوگی پندرہ درجات ہوں گے۔ ہر درجہ ۳۴×۲۵ فٹ کا ہوگا۔ اور اس کے سامنے برآمدہ ہوگا تاکہ طلباء کو تنگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس تعمیر پر ۷۶ لاکھ روپے کے خرچ کا تخمینہ ہے، جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے، اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباءِ علم دین دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہونچے گا۔

وما ذلك على الله بعزيز

(مولانا) واضح رشید ندوی	پروفیسر وصی احمد صدیقی	(مولانا) سعید الرحمن اعظمی ندوی	(مولانا) مفتی محمد ظہور ندوی
معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر شعبہ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھئے: Nadwatul Ulama

Phone : (91-522) 2741316, 2740151 Fax : 2741231, 2741221
e-mail Address : nadwa@sancharnet.in / website: www.nadwatululama.org